اصلاح پرنٹنگ کمپنی کھجوہ ضلع سارن

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

تاریخ الاذان

حصہ اول

الحمد للہ الملک المنان کہ اس زمانہ میمنت اقتران میں حصہ اول تاریخ الاذان
مصنفہ جناب مستطاب ظہیر الملۃ والدین مولانا السید حسین دامت برکاتہ
ابن العلامہ المؤتمن مولانا السید حسن طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ
کہ پہلے رسالہ اصلاح جلد ثالث وجلد رابع کے
ساتھ شایع ہوا تھا

دوبارہ طبع ہوا ہے

حصہ دوم بھی زیر طبع ہے عنقریب شایع ہوگا

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن میں

 قیمت ۸/

مرتبہ اللہ اکبر اور دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اور دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ سے تو مخالفت کرنیکی کسیکو گنجایش ہی نہین تھی مگر اس جملہ کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَوَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ ہی وہ عقیدہ ہے جسکے محو و اثبات نے ہمکو دو فریق بنایا۔
جو لوگ اس عقیدہ کے قایل نہین ہین وہ اہل سنت کہلاتے ہین اونکی اذان بھی اس جملہ سے خالی رہتی ہے۔ اور برخلاف اسکے شیعون کی اذان مین یہ جملہ کچھ اس جوش وخروش سے ادا ہوتا ہے کہ ہر سننے والا یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ اس فرقہ کو اس نام مبارک سے کچھ ایسی شیفتگی ہے کہ گویا اس نام کے سنتے ہی اون کے ہر رگ و پے مین خون کو جوش ہوتا ہے اور ایسا جوش کہ پھر دنیا و مافیہا کی اونکو خبر نہین رہتی ہے۔
ان جملون کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح اوسی اتفاق سے ادا ہوتا ہے جسکی ہر خیر خواہ اسلام کو تمنا رہتی ہے مگر اسکے بعد شیعون کی اذان مین پانچون وقت حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کی دو مرتبہ پکار ہوتی ہے۔ اور اہل سنت کے یہان یہ جملہ کسیوقت داخل اذان نہین ہوتا جس سے ایک گونہ اذان کا وزن ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ مگر صبح کیوقت اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سے یہ کمی پوری کر دی جاتی ہے۔ پھر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ کے ادا مین البتہ صورت اتفاق نظر آتی ہے مگر بعض دفعہ اسمین بھی کچھ کمی سی ہو جاتی ہے
یہی اذان ہے جو عام مسلمانون مین جاری ہے اور ہر نماز کے پہلے اس کی پکار ہوتی ہے جس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ یہ بھی ایک جزو عبادت ہے جسمین اختلاف ہونیکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی یہی سبب ہے کہ ہزارہا مختلف حدیثون مین اسکی فضیلتین بتائی گئی ہین اور بیحد و شمار اسکے فضائل دکھائے گئے ہین مگر ناظرین فن تاریخ جانتے ہین کہ گذشتہ اسلاف نے اس جملہ کو بھی ملکی اور پولٹیکل مقاصد مین داخل کر دیا تھا جس سے وقتاً فوقتاً انواع و اقسام کے تغیرات و تبدلات اسمین ہوا کئے اور بہت سی خونریزیان اس سے پیدا ہوئین جسکی تفصیلی اطلاع سے موجودہ اہل اسلام کو بہت کچھ تشفی ہو سکتی ہے اور حال کے اختلافات کو مٹا سکتے ہین بشرطیکہ اوسکی کوشش کرین۔

تحقیق لفظی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ الطاہرین اما بعد یہ تاریخ الاذان ہے جسکے دو حصے کیے گئے ہین پہلے حصہ مین ابتدا سے اذان کا بیان ہے اور دوسرے حصہ مین ان تغیرات کا جو خلفا سے زمانہ کی بدولت اس مین واقع ہوے

درحقیقت اذان ایک رحمت خدا ہے جو مین دوپہر کے وقت شدت تمازت آفتاب مین یاد خدا کیلیے چونکاتی ہے اور شام کو دن بھر کے تھکے ماندونکو یاد خدا کی ترغیب دلاتی ہے کہ دن تو تمہارا تمام ہوا اب بھی تو خدا کی یاد کرو۔ صبح کے وقت بستر راحت کے سونے والونکو بھی.... آواز بیدار کرتی ہے اللہ اکبر اللہ اکبر

جسکا نام شارع مقدس نے اذان رکھا ہے۔

یہ آوازین ہمارے بغل کی اون دونون مسجدون سے بلند ہوتی ہین جنہین اہل اسلام نے اپنی قومی تفریق کے ثبوت کیلئے تعمیر کیا ہے اور اس ذریعہ سے وہ یہ دکھانا چاہتے ہین کہ ہم دو کمیتیان علیحدہ ہین اسلئے ایک مسجد کا ملتزم دوسری مسجد سے یہ کہکر نکالا جاتا ہے "سگ را با مسجد چہ کار" اور اب یہ تثنیہ بصورت تثلیث دکھائی دیتا ہے۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ شیعہ

یہی وجہ ہے کہ دونو فریقون کی آوازین بھی مختلف انداز سے نکلتی ہین جس سے اجنبی شخص بھی سمجھ جائے کہ یہ دو فرقونکی آوازین ہین۔ مگر نہین اسی اختلاف پر قناعت نہین کیگئی ہے بلکہ بعض جملونکے گھٹاؤ بڑھاؤ نے ایسا فرق بین دکھایا ہے کہ پھر کسیطرح سے اشتباہ نہین رہتا کیونکہ چار

اذان بفتح ہمزہ یا تو مثل امان ہے بمعنی ایمان یا مصدر ہے باب تفعیل کا بروزن سلام و کلام جسکے معنی اعلام یا اجازت کے ہین یعنی لوگونکو خبر دینا اور مطلع کرنا - یا اجازت دینا اگر اذان بمعنی اعلام لیا جائے تو اسکا مجرد اذن ہوگا بمعنی علم جیسا کہ قرآن شریف مین بھی آیا ہے اذنتکم علی السواء جسکے معنی اعلمتکم کے ہے کہ خبردار کیا تمکو اور ہم تم علم مین برابر ہوئے اور یہی معنی آیہ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ مین بھی بعض مفسرون نے بیان کیا ہے کہ فاذنوا کے معنی فاعلموا کے ہے کہ سود خوارونکو خبردار کیا وہ حرب خدا و رسول سے - اُذن گوش یعنی کان کو بھی کہتے ہین اور سننے کو بھی اُن باتونکو جنکا سننا یا اتباع کرنا مناسب ہے جیسا کہ قرآن مین ہے واذنت لربہا وحقت یعنی استمعت واطاعت وانقادت اور باب تفعیل مین لیجانے سے معنی ندا پیدا ہوئے ہین جیسا کہ قرآن مجید مین ہے اذّن موذّن ای نادی منادی یعنی پکارا پکارنیوالے نے کیونکہ اذن کے معنی خبر دینے کے ہین اور اذن بالتشدید کے معنی زیادہ خبر دینے کے ہین - اسی سے ماخوذ ہے اذان جسکی یہان بحث ہے - اسلیے اذان دینوالے کو موذن کہتے ہین جیسا کہ جس مینارہ پر کھڑے ہو کر اذان دیوے اذان دیتے ہین اوسے مئذنہ کہتے ہین بکسر میم و ہمزہ -

اذان قبل اسلام

اذان اگرچہ ہر ندا کو لغوی معنی سے کہہ سکتے ہین مگر اہل اسلام کی اصطلاح مین اب یہ نام اون چند کلمات کا قرار پایا ہے جو نماز کے وقت پکارا جاتا ہے - اور دیگر انبیا کے زمانہ مین یہ کام ناقوس وغیرہ سے لیا جاتا تھا - اور عرب کے لوگ کبھی آگ سلگا کر کبھی کسی کلمہ کو آواز بلند پکار کر یہ کام نکالتے - مگر کسی خاص ندا یا صدا پر اذان کا اطلاق نہین ہوتا تھا -

ہان محاورہ قرآن مجید مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ندا دینے کو اس لفظ سے یاد کیا ہے جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہین اسلام نے جہان بہت سے امور ملت ابراہیمی کے تجدید کی ہے اس سنت اذان کو بھی جاری کیا چنانچہ خداوند عالم قصہ بنا خانہ کعبہ مین ان لفظون مین حکم دیتا ہے واذّن فی النّاس بالحج یعنی اے ابراہیم تم لوگونکو پکارو حج کیلیے جسکی تعمیل حضرت خلیل اللہ نے یون فرمائی کہ کوہ ابو قبیس پر جو مکہ کا مشہور پہاڑ ہے چڑھکر ہر چہار سمت پھر پھر کر یہ ندا دی یا ایہا الناس کتب علیکم الحج الی البیت فاجیبوا ربکم یعنی تم لوگون پر حج خانہ کعبہ واجب کیا گیا ہے دعوت خدا کی اجابت

اور جب خدا کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابراہیم کو مقتضائے بشریت ترددہوا کہ ہماری آواز سب تک کیونکر پہونچیگی جس پر خداوند عالم نے اونکی تسکین فرمائی اذن وعلی البلاغ یعنی تم کارو پکارنا پہونچانا میرے ذمہ ہے

دوسری اذان قرآن مین بذیل ذکر انبیاء علیہم السلام حضرت یوسف کے قصہ مین مذکور ہی ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون یعنی آواز دی پکارنیوالے نے کہ اے قافلہ والے تملوگ چور ہو یہ ندا اوسوقت دی گئی ہی جب برادران حضرت یوسف رخصت ہوکر مصر سے کنعان کو جانے لگے ہین تو یہ آواز دیگئی جسپر وہ رکین اور تلاشی اونکی لیجائے جسکی ایک خاص غرض تھی

قرآن کی ایک اور اذان

اب قبل سکے کہ ہم اسلام کی اذان کو اور اسکی ابتدائی حالت اور اوسکے تغیرات کو بیان کرین ایک اور اذان کا تذکرہ ضرور ہے جو اذان اصطلاحی سے خارج ہی مگر قرآن پاک نے اوسکو بلفظ اذان یاد کیا ہے۔

یہ اذان سورہ برات کی تیسری آیہ مین مذکور ہے واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ فان تبتم فھو خیر لکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم - یعنی پکار ہے خدا و رسول کی طرفسے آدمیونکو بروز حج اکبر کہ خدا و رسول بری ہین مشرکون سے پس اگر توبہ کرو تملوگ تو بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر روگردانی کرو تو جان رکھو کہ خدا کو عاجز نہین کرسکتے اور بشارت دو کافرون کو بعذاب الیم۔

یہ سورہ اگرچہ سورہ برات کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا نام سورہ توبہ ہے علاوہ اسکے یہ اسکی کتابون مین اسکا فاضحہ ہی جسنے اون منافقون کو اچھی طرح فضیحت کیا تہا جو حضرت کے زمانہ مین مرتکب نفاق رہے کیونکہ نام بنام اون منافقون کو یاد کیا تہا - اسی وجہ سے وہ نام بعد کو نکالدئے گئے یا از خود نکل گئے -

شان نزول اسکا یہ ہی کہ جناب رسول خدا نے کفار ومشرکین سے جو کچھ عہد وپیمان کیا تھا - اکثر کفار اومین خیانت کرتے - اور مرتکب بدعہدی ہوئے لہذا یہ حکم نازل ہوا کہ اون کو خبردار کردو ہمارے تمہارے درمیان مین جو عہد تھے اوسکی ذمہ داری سے اب دست بردار ہوتے ہین اور چار مہینہ کی مہلت دیتے ہین - مگر جو کفار پابند عہد وپیمان رہے ہین وہ لوگ اس حکم سے مستثنی ہین اونکا عہد وپیمان

اوس زمانہ تک باقی رہیگا جو زمانہ مقرر کیا گیا تہا -
اب اسمین اختلاف ہے کہ جس چار مہینہ کی مہلت دی گئی تھی اوسکی ابتدا کب سے ہی خاندان رسالت کی اکثر حدیثون مین تو نہم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک کی مہلت تھی مگر اور روایتون مین اوّل شوال سے ابتدا قرار پائی ہے اور بعض روایتون مین دہم ذیقعدہ سے اسکی ابتدا تھی کیونکہ اس سال کفار کا حج اسی تاریخ کو ہوا تھا بقاعدہ نسی[1]
پھر حج اکبر مین بھی اختلاف ہے مگر خاندان رسالت کی حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حج حج اکبر ہے کیونکہ اسکے مقابلہ مین حج اصغر عمرہ ہے جسکے ارکان بہ نسبت ارکان حج خفیف ہین - اسیلیے عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہین -
لیکن دوسرے مفسرین نے روز عرفہ کو حج اکبر کہا ہے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ مخصوص اوسی سال کے حج کو حج اکبر کہتے ہین جسمین کفار و اہل اسلام نے بالاتفاق حج کیا تھا - اور اوسکے بعد کفار کی ممانعت نازل ہوئی - مگر یہ امر اتفاقی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت رسولؐ نے خلیفہ اول کو اور بروایت شاہ ولی اللہ صاحب بشمول خلیفہ دوم یہ سورہ عنایت فرمایا کہ جاکر مکہ مین بزمانہ حج اس حکم کی تبلیغ کرین - کچھ دور شیخین گئے تھے کہ حکم خدا نازل ہوا کہ اس کام کو یا تم انجام دو یا علی بن ابی طالب تب حضرت نے اپنے ناقہ غضبا پر سوار کرکے بسرعت تمام حضرت علی مرتضی کو روانہ کیا کہ ابوبکر سے اس سورہ کو لیلو اور جاکر مکہ مین اسکی تبلیغ کرو خلیفہ اول منزل ذی الحلیفہ تک پہونچے تھے یا بروایت دیگر منزل روحا تک - کہ حضرت علی مرتضی ناقہ رسول اللہ پر سوار پہونچے اور خلیفہ اول سے آیات سورہ برات لے لیا - شیخین روتے ہوئے حضرت کی خدمت مین واپس آئے اور وجہ عزل دریافت کی کہ کیا کوئی آیہ میرے بارے مین نازل ہوا ہے حضرت نے فرمایا جبرئیل امین یہ حکم لائے کہ اس کام کو یا تم انجام دو یا وہ شخص جو تم سے ہو - علی چونکہ مجھ سے تھے جنکے سوا دوسرا کوئی تبلیغ رسالت نہین کرسکتا اسلیے علی کو روانہ کیا جناب امیر نے ان آیات کی تبلیغ اس طرح فرمائی کہ بروز عرفہ عرفات مین - اور شب عید کو مشعر الحرام مین - اور روز عید جمرہ کے پاس اور بقیہ ایام تشریق یعنی ۱۳/۱۴/۱۵ کو منے ان دنون انکو

[1] نسی کی تحقیق اصلاح بابت ماہ ذی الحجہ جلد اول مین ملاحظہ ہو ۱۲

آواز بلند ہر جگہ گھوم گھوم کر سنایا اور اُسوقت حضرت کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ خود حضرت علی مرتضیٰ سے یہ روایت ہے کہ حضرت نے چار حکم کی تبلیغ کیلئے روانہ کیا تہا ایک یہ کہ خانہ کعبہ مین ابکفار نہ داخل ہون۔ دوسرے یہ کہ طواف خانہ کعبہ کوئی برہنہ نہ کرے تیسرے یہ کہ مومن و کافر مسجد الحرام مین مجتمع نہ ہون آیندہ سے چوتھے یہ کہ جس نے کسی خاص زمانہ کا رسول اللہ سے معاہدہ ہے وہ عہد و پیمان بحال خود قایم رہیگا اوس مدت تک یہی سبب ہے کہ جناب امیر کا نام قرآن مین اذان قرار پایا ہے۔ کیونکہ حضرت ہی اس حکم کی تعمیل کرنیوالے تھے اور فریقین کی روایت سے دوسرا نام حضرت امیر المومنینؑ کا قرآن مین اذن واعیہ بھی ہے جو آیہ تعیہا اذن واعیہ مین مذکور ہے

ابتدای اذان اسلام

اوس امر کی تحقیقات علامہ احمد بن خطیب قسطلانی نے اپنی کتاب مواہب لدنیہ مین بڑی فراخ حوصلگی سے کی ہے۔ لہذا پہلے اوسی عبارت کا بجنسہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔

ابتدای اذان مین علماء نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے بعضون کا یہ قول ہے کہ ہجرت کے پہلے سن مین اذان کا حکم جاری ہوا تہا۔ اور بعض اسکے مدعی ہین کہ سنہ ۲ ہجری مین اسکی ابتدا ہوی بعض کا یہ قول ہے کہ چونکہ اوقات نماز معین تھے اسلئے بلا بلائے لوگ اپنے وقت پر پہونچ جاتے مگر ابن سعد یہ روایت کرتے ہین کہ حضرت بلالؓ الصلوٰۃ جامعۃ بلند کرتے یہی اذان تھی اوسوقت کی۔ جناب رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ لوگونکو اکٹھا کرنے کے لئے (نماز مین) کون سی تدبیر اختیار کیجائے اسپر تین تجویزین پیش ہوین ایک یہ کہ مثل نصاری ناقوس پھونکی جائے دوسرے صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ یہود کیطرح بوق بنائین تیسری تجویز یہ ہوئی کہ ہر نماز کیواسطے آگ روشن کیجائے جسکے دیکھنے سے ہمارا مجمع فراہم ہوجایا کرے یہ تجویز شاید آتش پرستون سے ماخوذ ہو مگر ابھی تک کوئی راے نہین قایم ہوئی تھی۔ کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ نے جو صحابی تھے خواب مین دیکھا کسی نے یہ طریقہ اذان تعلیم کیا اور اسنے خدمت رسول اللہ مین آکر عرض کیا امام احمد بن حنبل معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہین کہ خواب دیکھنے والے معاذ بن جبل ہین انکا بیان ہے کہ مینے خواب مین۔ اور اگر کہون کہ وہ خواب نتھا تو سچ

ہوگا۔ دیکھا ایک شخص کو جسپر دو سبز کپڑے پڑے ہین اور قبلہ رخ ہوکر دو دو مرتبہ اللہ اکبر کہا جسطرح اذان کہی جاتی ہے۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے۔ جاو بلال کو تعلیم کرو کہ اذان کہے کیونکہ اوسکی آواز تجھسے زیادہ پاٹ دار ہے۔ کہا معاذ بن جبل نے کہ مین بلال کو سکھا تا تھا۔ اور وہ باواز بلند کہتے جاتے تھے کہ حضرت عمر نے سن لیا جو اپنے گھر مین بیٹھے تھے وہانسے ردا کھینچتے ہوئے نکلے اور قسم کہاتے تھے کہ ہم نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

امام طبرانی نے اوسط مین نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے بہی بیان کیا کہ مین نے بہی خواب دیکھا ہے۔ اور امام غزالی وسیط مین لکھتے ہین کہ دس آدمیون سے زیادہ لوگون نے اسکا ادعا کیا اور عبارۂ جیلی شرح تنبیہ مین یہ ہے کہ چودہ آدمی اسکے مدعی ہوئے تھے۔ مگر ابن صلاح و امام نووی منکر ہین اور سیرۂ مغلطائی مین یہ لکھا ہے کہ انصار سے سات آدمیون نے اسکا دعوی کیا تھا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق سے صرف عبداللہ بن زید کی روایت ثابت ہے اور قصہ حضرت عمر بعض طرق مین آیا ہے۔!

علامہ سہیلی یہ اعتراض کرتے ہین کہ اسمین کونسی مصلحت تھی جو اذان کی صورت بعض مسلمانونکو دکھائی گئی تھی اور بطور وحی یہ حکم نہ آیا جیساکہ دیگر احکام شرعی مین وحی کا نزول ہوتا تھا پھر اسمین کیا مصلحت تھی کہ حضرت نے اُس خواب کو رویاے حق قرار دیا اور اوسی پر اذان کی بنا ہوئی تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اذان کا اجرا بوحی تھا یا کیا۔

پھر اسکا خود ہی جواب دیا کہ حضرت نے شب معراج۔ اذان کی ابتدا اس طرح ملاحظہ فرمائی تھی کہ حضرت علی مرتضی سے روایت ہے کہ جب براق پر سوار ہو کر حضرت تشریف لیگئے اور قریب حجاب پہونچے تو ایک فرشتہ حجاب قدرت سے نکلا۔ اوسنے پوچھا اے جبرئیل یہ کون شخص ہے حضرت جبرئیل بقسم بیان کرتے ہین کہ ہمنے اُس فرشتہ کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ اوسی فرشتہ نے حضرت رسول کو دیکھکر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تب حجاب قدرت سے آواز آئی سچ کہا میرے بندہ نے مین اکبر ہون اکبر ہون۔ اور بقیہ اذان بھی اسیطرح سنائی دی۔

علامہ سہیلی کہتے ہین یہ اقوی ہے وحی سے۔ اور جب حکم اذان مین تاخیر ہوئی مدینہ تک اور لوگونکا اعلام کرنا۔ اوقات نماز سے منظور ہوا۔ تو ٹھہری رہی وحی یہانتک کہ عبداللہ نے وہ

خواب دیکھا۔ یہ خواب اسکا موافق ہوا اسکے جسکو حضرت دیکھ چکے تھے ۔ اسی لئے فرمایا یہ رویا حق ہے انشاء اللہ۔ اور اوسوقت معلوم ہوا کہ جوکچھہ خدا نے آسمان پر دکھایا تھا۔ اوس سے یہی منظور تھا کہ زمین مین بھی یہ سنت جاری ہو۔ اور جب عمر انصاری نے بھی یہی خواب دیکھا تو اور بھی تقویت ہوئی،،

اسپر یہ اعتراض ہوا ہی کہ حدیث بزار کا راوی زیاد بن منذر ابوالجارود ہی اور وہ متروک ہے اور فتح الباری مین یہہ اعتراض کیا گیا ہی کہ اثبات حکم اذان کا عبداللہ بن زید کے خواب سے درست نہین ہوسکتا کیونکہ پیغمبرون کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی نہین ثابت ہوسکتا مگر اسکا یہہ جواب دیا گیا ہے کہ اس خواب کے ساتھ وحی بھی نازل ہوئی چنانچہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ عمر نے جب اذان کو خواب مین دیکھا تو آکر حضرت کو خبر دینی چاہیے۔ مگر یہان آکر معلوم ہوا کہ وحی اسکے قبل آچکی ہی۔ کیونکہ بلال کو اذان کہتے سُنا۔ اور حضرت نے فرمایا وحی آچکی ہے تیرے خواب سے پہلے یہی زیادہ صحیح ہی اوس سی جو داؤدی نے روایت کی ہی کہ حضرت جبرئیل عمر کے خواب سے وحی کا حکم آٹھ روز پہلے لا چکے تھے۔

عبداللہ بن زید کا خواب بروایت ابن اسحق یون ہی۔ کہ اوسنے دیکھا کوئی شخص ناقوس لئے جاتا ہے۔ مینے پوچھا کیا اسکو بیچوگے اوسنے جواب دیا تمکو ناقوس سے کیا غرض مینے کہا لوگون کو نماز کیواسطے بلائینگے۔ اُس مرد نے جواب دیا مین اس سی بہتر چیز تم لوگونکو بتاتا ہون کہ نماز کے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کرو آخر جملہ اقامۃ تک اسکو روایت کیا ہی ابو داؤد نے باسناد صحیح۔

مگر عمر کا خواب نہ معلوم ہوا کہ کیا دیکھا تھا کیونکہ اُنکا اسیقدر بیان تھا کہ مینے بھی ایساہی خواب دیکھا ہی۔ مسند حراب مین ہی کہ اول اذان دینوالے سماء دنیا مین جبرئیل ہین جسکو عمر اور بلال نے سنا جب بلال نے جاکر اسکی خبر دی تو حضرت نے فرمایا تجھ سے پہلے عمر خبر دیگئے ہین۔ اس سی معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے بحالت بیداری مین دیکھا تھا نہ خواب مین۔

اور بہت سی حدیثون سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان کی ابتدا مکہ مین ہوئی تھی حضرت نے معراج مین دیکھا اور بلال کو اسکی تعلیم فرمائی۔ مگر اس روایت مین طلحہ بن زید بھی داخل ہین جو

متروک ہے۔ اور دار قطنی کی یہ روایت ہی کہ جبرئیل نے اسکا حکم دیا تہا جسوقت نماز کی تعلیم کی تھی۔ مگر ان سبکے اسناد مین بھی ضعف ہے۔ اور حدیث بزار بھی اسی مادہ مین ہے۔ فتح الباری مین لکھا ہے کہ یہ سب روایتین صحیح نہین ہین ابن منذر کو یقین ہی کہ حضرت مکہ سے مدینہ تک بلا اذان نماز پڑہتے تھے اسوقت تک اس بارہ مین مشورہ کیا گیا ہو

دیکھو اسپرنگر فی صفحہ ۳ ۱۲

اگرچہ فاضل مصنف نے اس تحقیقات مین ہر طرحکے ذخیرون سے کام لیا ہی۔ اور ہر قسم کی شہادتونکو استعمال کیا ہی جس سے امید تھی کہ اصلیت واقعہ پر پوری روشنی پڑتی اور قابل اطمینان کوئی بات معلوم ہوتی مگر ایسا نہوا بلکہ ایسی پیچیدگیان پیدا ہوئین کہ مشکلات کی دشوار گذار راہ اور بھی کٹھن ہوگئی۔ کیونکہ ان مجموعی روایات پر جب گہری بلکہ سرسری نظر بھی ڈالی جاتی ہے تو اس معمولی اذان کا سلسلہ بھی اسلام کے اون اختلافی مسائل سے قرار پاتا ہی جسکا فیصلہ کرنا اونہین محالات سے ہے جسمین ہزارون علما کی عزیز جانین مفت رائگان گئین اور آجتک کچھ محقق نہوا۔ محقق نگاہین ہمیشہ اصلیت واقعہ کے دریافت کرنے پر مجبور ہین جنکی اس طولانی بحر سے اوتنی پیاس بھی نہین بجھتی جتنا کہ فصل گرما کی شبنم کسی محرور المزاج کی مسکن ہو۔ کیونکہ سبھی شہادتین جب اختلاف کے سبب سے ساقط الاعتبار کر دیجاتی ہین تو جھوٹی روایتین اپنے اختلاف و تناقض البیان ہونیکے ساتھ کیونکر عزت کی نگاہون سے دیکھی جا سکتی ہین۔

اگر لائق مصنف یہان ان سمعی و قیاسی شہادتونکے بدلے مین یا کاش اونہین کے ضمن مین اوس شہادت کو بھی لکھدیتے جو خاص رسول اللہ سے بذریعہ اونکی اولاد امجاد کے بلا مشارکت اغیار لیگئی ہی تو محقق کیلیے بہت کچھ مفید ہوتی مگر افسوس یہ شہادت اس قابل بھی نہ سمجھی گئی کہ اوسکا ذکر کیا جائے چہ جائیکہ قابل اعتبار و وثوق قرار پائے۔

حالانکہ عام قاعدہ ہی کہ تحقیقات کی بنیاد اون شہادتون پر یا اون روایتون پر رکھی جاتی ہی جو چشم دید ہو۔ حاضر موقع ماجرا سے لیگئی ہو۔ اور اگر بہائی بیٹا یا اوس خاندان کا کوئی موثق معتمد شخص بیان کرنیوالا ہو۔ تو وہ بہمہ وجوہ قابل ترجیح ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ جانڈ و خانہ کی خوش گپیون کے بیان پر اعتماد کیا جائے یا اونہین مختلف و متضاد بیانون سے یکجا کر دینے کا نام تحقیق رکھا جائے۔ جسمین کوئی کچھ مانگتا ہے کوئی کچھ۔ اسلیے ہم یہان اوس روایت کو بھی لکھتے ہین

جو بذریعہ خاندان رسالت کے لیگئی ہی جسکو رسول اللہ کے ماوام الحیات والی وصیتون نے ہمسر قران بنایا ہے جس سے یہ سب اختلافات رفع دفع ہو جائین اور کسیطرح کا شک و شبہہ باقی نہ رہے۔ دیکھیے کتاب کافی ثقۃ الاسلام شیخ محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ مین ابتدائے اذان کے متعلق یہی دو روایتین مرقوم ہین اوّل عن ابی جعفر قال لمّا اسری برسول اللہ الی السّماء فبلغ البیت المعمور وحضرت الصلوٰۃ فاذن جبرئیل واقام فتقدم رسول اللہ وصف الملائکۃ والنبیون خلف محمد صلے اللہ علیہ وآلہ دوم عن ابی عبد اللہ قال لمّا ھبط جبرئیل بالاذان علی رسول اللہ کان راسہ فی حجر علی فاذّن جبرئیل فلما انتبہ رسول اللہ قال سمعت قال نعم قال حفظت قال نعم قال ادع بلالا فعلمہ فدعا علیٌ علیہ السّلم بلالا فعلمہ صـ۸۳ فروع کافی ج ۲

یعنی جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہی کہ جب رسولؐ شب معراج کو بیت المعمور تک پہونچے تو وقت نماز آچکا تھا۔ وہان حضرت جبرئیل نے اذان واقامۃ کہی اور رسولؐ نے نماز جماعت پڑہائی جسکی اقتدا ملائکہ اور انبیا نے کی کہ حضرت کے پیچھے صف باندہے کھڑے تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل حکم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوئے تو اوسوقت حضرت کا سر مبارک آغوش جناب امیرؑ مین تھا حضرت جبرئیل نے اذان واقامت کہی جب رسولؐ اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا یا علی تمنے بھی سنا۔ عرض کیا ہان۔ پوچھا یاد بھی کر لیا ہے عرض کیا ہان تو فرمایا اچھا بلاؤ بلال کو اور اوسکو تعلیم دو چنانچہ جناب امیرؑ نے بلال کو بلا کر تعلیم فرمایا،،

اگرچہ عام مسلمانون نے ہمیشہ اس قسم خاص کی روایتون سے چشم پوشی کی ہی۔ مگر نہ اس بنا پر کہ اسمین کوئی راوی ضعیف ہی یا مجہول یا کذاب ہی یا مفتری۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ہمارے حلقہ یا ہماری سوسائٹی کی یہ روایت نہین ہے یا اس وجہ سے کہ یہ روایتین اونہین لوگون سے لیگئی ہین۔ [illegible]

مٹایا جاہیئے تھے تو پھر اونکے ذریعہ سے کیونکر کوئی روایت قبول کیجائے جس سے خواہی نخواہی اونکا نام لینا پڑے۔ اور لوگون کے دماغ و قلب مین اس نام کا وجود متحقق ہو۔ لہذا مین اسکی جرات نہین کرسکتا کہ عام سوسائٹی کے خلاف انہین روایتون کے مطابق فیصلہ کرون جو کسیطرح مطبوع خلائق نہو بلکہ اون خصوصیتون کو بیان کرتا ہون جس سی عام نگاہین اسکی تصدیق و قبول پر مجبور ہون اور وہی درجہ ان روایتون کو حاصل ہو جسکی وہ مستحق ہین۔

(۱) یہ دونون روایتین مع اسناد ایک ہی جگہ پر مرقوم ہین جس سے معلوم ہوا کہ دو واقعہ کو بترتیب تقدم و تاخر بیان کیا ہے کہ پہلی اطلاع اسکی حضرت کو شب معراج ہوئی تھی۔ اور دوسری اطلاع زمین پر جسکے بعد سے اسکا نفاذ شروع ہوا۔ نہ یہ کہ دو مختلف روایتین ہون جیسا کہ روایات سابقہ کی شان تھی۔

(۲) ان دونو روایتونکی سوا اور کوئی روایت اس کتاب مین نہین مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ محدث مذکور کے نزدیک یہ مسئلہ بلا اختلاف ثابت تھا جو ہر صورت مین اختلافی حکایتونسے افضل ہوگا۔

(۳) ان روایتون مین بھی وہی بات دکھائی گئی ہے کہ نزول حکم اذان بذریعہ وحی تھا یعنی خواب تھا اگر اس خواب کے دیکھنے والے خود رسول اللہ تھے نہ اور کوئی تو جناب امیر ہی کیون نہون ؟ کیونکہ اگرچہ جناب امیر بھی اس اذان سے مطلع ہوئے مگر نہ بذریعہ رویا وغیرہ بلکہ چونکہ روبروے جناب رسالتمآب حضرت جبرئیل نے اذان دی تھی۔ اس وجہ سے جناب امیر نے سنا اور یاد رکھا تو ان روایتون کے ذریعہ سے علامہ سہیلی کے وہ تین اعتراض بھی اوٹھ گئے جو بعض صحابہ کے رویای اذان پر نہایت شد و مد سے وارد کیا تھا۔ اور کوئی جواب معقول آجتک نہ ہوسکا۔

(۴) ان دونون روایتون سے وہ سب خرابیان بھی دفع ہوگئین جو روایات مذکور الصدر سی پیدا ہوتی تھین کہ حضرت عمر بلال کو اذان کہتے سنکر قسم کہا بیٹھے۔ کہ واللہ مین نے بھی یہی خواب دیکھا ہے کیونکہ ان روایتون سے اچھی طرح اون راویون کی دروغ گوئی ثابت ہوئی جنہون نے حضرت عمر پر ایسا اتہام کیا تھا۔ اس اتہام کی حقیقت یون اور بھی کھل جاتی ہے کہ خود ان راویون نے اس مادہ مین چند طرح سے اختلاف کیا ہے۔

بسبب اشتراک لفظ عمر یہ نسبت حضرت عمر کیطرف کی گئی۔
(۲) بقول علامہ قسطلانی حضرت عمر کا خواب ہی نہ معلوم ہوا کیا تھا کیونکہ ان روایتون مین صرف اسیقدر دعوی کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہمنے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔
(۳) یہ بھی تذبذب مین ہے حضرت عمر نے خواب دیکھا تھا یا بیداری مین جو یقیناً لوازم نبوت سے ہے۔
(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف عبداللہ بن زید کی روایت کو ثابت کہا ہی اور روایت حضرت عمر کے اثبات کا دعوی نہین کیا۔
(۵) بروایت ابوداؤد جب حضرت عمر نے اسکا دعوی کیا تو حضرت نے فرمایا آٹھ روز پہلے اسکی وحی آچکی ہے پھر کوئی عاقل کیونکر ایسا دعوی کرسکتا ہی کہ جو ندا آٹھ روز سے پنجوقتہ بآواز بلند دیجاتی ہو اوسکے نسبت یہ کہے مینے آج اسکو خواب مین دیکھا ہے؟
(۶) انہین بیانون سے وہ اتہام بھی باطل ہوگیا جو اس اذان کی نسبت مین حضرت ابوبکر کی طرف کی گئی کیونکہ علامہ ابن حجر نے صاف لکھدیا ہی روایت عبداللہ بن زید ثابت ہے اور روایت عمر بعض طرق مین آئی ہے۔
غرض ان مجموعی روایتون کی حالت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ واضعین روایات نے چاہا کسیطرح اور لوگون کو بھی شریک منصب رسالت بنائین تاکہ عوام پر انکی ایسی عظمت ثابت ہو جس سے انکے ساتھ حسن عقیدت بہم ہوجائین۔ مگر علمای اہل اسلام انکی اصلیت کو بخوبی سمجھ گئے ہین۔ اور اچھی طرح بتادیا کہ سوا نبی کے اور کسیکا خواب کبھی نہین معتبر ہوسکتا۔
یہ منصب شرکت فی الرسالۃ کا عطا کرنا کچھ اسی واقعہ سے مخصوص نہین ہی۔ صدہا واقعات آپکو ایسے ملینگے جنمین یہ کوشش کی گئی ہی کہ پبلک پر رسول اللہ کی غلطیان دکھائی جائین۔ اور دوسرون کی اوسکے مقابلہ مین عمدہ رائے رکھنا بلکہ حضرت کی غلطیونکی اصلاح کرنا اور قرآن کا حسب خواہ اونکے نازل ہونا دکھایا گیا ہی جس سے ایک سچا مسلمان کانپ اوٹھتا ہے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین کیونکہ اس قسم کے دشمن اون صریحی دشمنون سے بھی بدتر ہین جو مخالف اسلام ہین۔
الغرض فریقین کی جتنی روایتین یہان نقل کی گئی ہین اونسے اچھی طرح ثابت ہوا کہ اذان کا حکم رسول اللہ پر نازل ہوا تھا اور حضرت ہی کے حکم سے اسنے اشاعت پائی نہ کسی صحابی کے

خواب یا بیداری مین دیکھنے سے خواہ وہ اذان سننے پر اوسی روز یا دوسیوقت مدعی ہوا ہو۔ یا اوسکے آٹھ روز بعد اور خواہ اوسکے مدعی ایک صحابی ہون یا سات انصاری یا دس صحابی یا چودہ صحابی۔ جو محض غلط ہے اور بجز تقسیم منصب رسالت اوسکا اور کوئی نتیجہ نہین جو کسیطرح ممکن نہین۔

اذان رسول اللہ

مورخین و محدثین اہل اسلام نے ایک یہ مسئلہ بھی اختلافی بنایا ہے کہ رسول اللہ نے اذان کبھی خود فرمائی ہے یا نہین۔ روایتین دونو قسم کی پیش کی گئی ہین۔ مگر ہمکو کوئی ایسی روایت نہین ملتی جسپر ہمکو وثوق و اعتماد ہو۔ لہذا اسکی بحث فضول ہے۔ صحیح ترمذی مین جو مشہور کتاب حدیث ہے۔ اسکی روایت کی ہے کہ حضرت نے سفر مین اذان اقامت فرمائی بعدہ نماز بہ اشارہ پڑھی۔ مگر علما نے اس حدیث کو رد کیا ہے۔ کیونکہ دارقطنی نے اس روایت کو باین مضمون نقل کیا ہے کہ حضرت نے بلال کو حکم بہ اذان دیا جو لوگ اذان رسول اللہ کے منکر ہین وہ اسکی چار وجہین بیان کرتے ہین۔

(۱) کہ اگر حضرت اذان دیتے تو جب حیّ علی الصلوٰۃ فرماتے لوگونپر اجابت دعوت واجب ہوتی اور یہ موجب حرج ہے۔

مگر اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس ندا سے مقصود اعلام و اخبار ہے نہ بالخصوص احضار

(۲) اس مین شائبہ تزکیہ نفس ہے کہ حضرت خود اشہد ان محمداً رسول اللہ فرماتے ہین اسلیے حضرت نے نہ فرمایا اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب بغرض افتخار ہو تب مذموم ہے اور اگر بغرض شکر نعمت باری ہو تو مستحسن ہے و اما بنعمۃ ربک فحدث

(۳) اگر حضرت اذان فرماتے تو اوسسے گمان ہوتا وہ محمد دوسرے ہین جنکی رسالت پر شہادت ہو جاتی ہے لہذا آپنے اذان نہ دی۔

اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ چاہیے تھا حضرت تشہد مین اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ نہ فرماتے حالانکہ بالیقین ثابت ہے اسیطرح السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہنا

بھی ثابت ہی۔ شاید اسی اعتراض کے دفعیہ کے لئے یہ حدیث بنائی گئی کہ حضرت تشہد مین اشہد انی رسول اللہ فرماتے جیسا ابن حجر کہتے ہین کہ اس روایت کی کوئی اصل نہین اشہدان محمد عبدہ ورسولہ کہنا بتواتر ثابت ہے۔

(۴) خلفاء راشدین کے ترک اذان مین جو عذر بیان کیا گیا ہی وہی جواب زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت کی عادت تھی جب کوئی عمل کرتے تو اوسکا التزام بھی فرماتے پس اگر اذان کی مواظبت کرتے تو اون امور مین خلل آتا جسکے لئے حضرت مبعوث ہوئے اور وہ اعمال مثل قتال وفصل خصومات وہدایت ناس اس سے بدرجہا افضل ہین۔

مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ ہر عمل کا التزام کرنا ضروری نہین کیونکہ بہت سے اعمال ایسے بھی ہین جنکا حضرت نے التزام نہین کیا۔ اور دوسرے اعمال کا افضل ہونا کچھ اسکو مستلزم نہین ہی کہ حضرت نے اسکو نہ کیا ہو۔

مولوی عبدالحی صاحب رسالہ خیر الخبر فی اذان خیر البشر مین اسکا یون فیصلہ کرتے ہین کہ حضرت کا اذان کہنا مولود کے کان مین یقیناً ثابت ہی کیونکہ بروایت ابو داؤد وترمذی واحمد حنبل حضرت حسنین علیہم السلام کے کان مین بوقت ولادت اذان فرمائی تھی باقی رہی نماز کی اذان تو ہمکو اسمین توقف ہے۔

اس وجہ چہارم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اختلافات کا دربارہ اذان نبوی صلی اللہ منشا یہی ہے کہ خلفاء راشدین کی اس اذان نہ دینے کو مستند بفعل نبوی قرار دین جسکی اونکو کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ خود حضرت عمر فرماتے ہین لولا الخلافۃ لاذنت[۱] کہ اگر مین خلیفہ نہوتا تو اذان دیتا جس سے معلوم ہوا کہ خلفا کا اذان نہ کہنا بخیال حفظ مراتب خلافت تھا نہ بتاسی فعل رسول اللہ حالانکہ صحیح ترمذی مین صاف روایت اسکی موجود ہی کہ حضرت نے اذان فرمائی اور علامہ سیوطی شرح بخاری مین لکھتے ہین کہ ہمکو ایک حدیث مرسل ملی ہے۔ بہ اخراج سعد ابن منصور کہ حضرت نے اذان دی اور حی علی الفلاح فرمایا جسمین دوسری کسی تاویل کی گنجائش نہین۔ اور شرح ترمذی مین لکھتے ہین کہ جو اسکا قائل ہو کہ حضرت نے خود اذان دی وہ

[۱] دیکھو تیسیر البخیر صفحہ ۱۳۴ ۱۲

غافل ہین جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ حضرت کا اذان دینا ان حضرات کے نزدیک ثابت ہے مگر صرف اسی خاص غرض سے انکار کیا جاتا ہے۔

جو لوگ اخلاق عظیمہ وصفات حمیدہ جناب رسالتمآب سے واقف ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ حضرت نے کبھی وہ باتین نہین کین جس سے بوے تکبر و ترفع آتی ہو اور نہ کبھی اون باتونکو ترک کی جسمین تذلل وانکسار کا شائبہ ہو خاص کر جب پیش خدا وہ فعل کوئی خاص عظمت رکھتا ہو جیسا کہ اذان کے بارے مین بجید حدیثین[1] وارد ہین جس سے یہانتک علما نے ترقی کی ہے کہ بعض قایل ہوگئے اذان دینا افضل ہے امامۂ جماعت سے اور بعض قائل بہ تساوی ہین۔

الغرض جب جناب رسالتمآب کا اذان دینا کان ہین حسنین علیہم السلام کے اور نیز کتنی دور وایتون سے ثابت ہو چکا تو صرف تصحیح افعال خلفاء ثلثہ کیلئے کیا ضرور ہے کہ حضرت کے اذان دینے سے بھی انکار کیا جائے۔ حالانکہ خود خلیفہ دوم نے تصریح کی ہے کہ ہم صرف بخیال خلافت نہین اذان دیتے اور آیندہ بہت سے واقعات ملینگے جنمین کتنی مخالفتین سنت رسول سے کی گئی ہین۔ اور اگر اس بیان سے تسکین نہو تو سیرت جناب امیرالمومنین پر نظر کرنا چاہئے جو یقیناً باتفاق تمامی اہل اسلام سنت رسول اور معصوم و محفوظ تھے کہ بغرض اوسی احیاء سنت نبوی کے اکثر زمانہ خلافت مین خود ہی صبح کی اذان دیتے جس سے اچھی طرح معلوم ہوا حضرت امیرؑ اس اذان دینے کو منافی شان خلافت نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ جناب رسالتمآب اسکو منافی شان رسالت نہ جانتے تھے۔

موذنون عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت کے زمانہ مین گو کوئی عہدہ خاص طور پر کسی سے نامزد نہین تہا۔ مگر جو کام کسی شخص سے زیادہ لیا جاتا ہے اوس منصب مین زیادہ مشہور ہوتا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت کے موذنون مین پانچ صحابی کا نام بالخصوص مذکور ہے بلال ابن رباح ابن ام مکتوم سعد القرظ ابومحذورہ زیاد بن حارث صدائی

مگر ابن عمر کی روایت مین دو ہی موذن کا ذکر ہے ایک بلال دوسرے عبدالعزیز جسکی توجیہ ابن حجر نے یہ کی ہے کہ قرینہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالعزیز نام تہا ابن ام مکتوم کا جو نابینا تھے

[1] صحیح مسلم مین ہے کہ روز قیامت موذنون کی گردنین سب سے بلند ہونگی اور جامع ترمذی مین ہے کہ جو شخص سات برس تک اذان کہے اوسکے لئے لکھا جائیگا برأة نار اور سنن ابن ماجہ مین ہے کہ جو شخص بارہ برس تک اذان کہے اوسکے لئے جنت واجب ہے اور ہر روز کے اذان دینے مین ۶۰ حسنہ لکھا جائیگا اور بعوض قامت ۳۰ حسنہ دیکھو [illegible] صفحہ ۳۹

ان پانچ موذنون مین زیادہ مشہور نام بلال کا ہے جو اصل مین حبشی تھے۔ اسی مناسبت سے یہ بھی مشہور ہے کہ شین منقوطہ کی جگہ یہ سین کہتے تھے۔ جسکی کوئی اصلیت نہین معلوم ہوتی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی ہین کنیت انکی ابوعبداللہ ہے اور بعض نے ابوعبدالکریم اور بعض نے ابوعبدالرحمن بھی لکھا ہے اور بعض کہتے ہین ابوعمر ہے۔

استیعاب علامہ ابن عبدالبر مکی مین ہے صفحہ ۵۹ جلد اول عن عطاء الخراسانی قال کنت عند سعید بن المسیب فذکر بلالا فقال کان شحیحا علی دینہ فاذا اذن المشرکون ان تقاربہم قال اللہ اللہ قال فلقی النبیؐ ابابکرؓ فقال لو کان عندنا مال اشترینا بلالا قال فلقی ابوبکر العباس بن عبدالمطلب فقال لہ اشتر لی بلالا فانطلق العباس فقال لسیدتہ ھل لک ان تبیعینی عبدک ھذا قبل ان یفوتک خیرہ وتحرمی ثمنہ قالت وما تصنع بہ انہ خبیث وانہ قال ثم لقیھا فقال مثل مقالتہ فاشتراہ العباس فبعث بہ الی ابی بکر فاعتقہ فکان یوذن رسول اللہ فلما مات النبیؐ اراد ان یخرج الی الشام فقال ابوبکر بل تکون عندی فقال ان کنت اعتقتنی لنفسک فاحبسنی وان کنت اعتقتنی للہ عزوجل فذرنی اذھب الی اللہ عزوجل فقال اذھب فذھب الی الشام فکان بھا حتی مات۔

محقق دہلوی شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد دوم مین لکھتے ہین۔ آمدہ است کہ ملاقات کرد پیغمبر ابوبکر را وگفت اگر می بود مارا مالے میخریدم بلال را پس ملاقات کرد ابوبکر عباس بن عبدالمطلب را وگفت مرا ور ابخر برائے من بلال را پس رفت عباس نزد زن امیہ بن خلف کہ تبنی وے بود وگفت رغبت داری کہ بفروشی این غلام خود را کہ بلال است پیش ازانکہ برود از دست

تو محروم شوی از شن وے گفت چہ کار میکنی وے خبیث است ہیچ کار نمی آید بار دیگر ملاقات کرد و گفت بوے ہمین سخن۔ پس خرید عباس او را و فرستاد نزد ابی بکر یعنی بخشید بوے پس آزاد کرد ابو بکر او را صفحہ ۲۷۶

ان دونون روایتون سے بصراحت تمام ظاہر ہی کہ حضرت عباس عم رسول اللہ نے اپنی مال سے خریدا اور خرید کے ابو بکر صاحب کو بخش دیا پھر معلوم اسمین خلیفہ صاحب کی کیا فضیلت نکلتی ہے ان دونون روایتون مین یہی مرقوم ہی کہ حضرت عباس نے خرید کر کے ابو بکر صاحب کو بخشا مگر ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہی کہ جب حضرت عباس کو اپنے مال سے خریدنا تھا تو خود رسول اللہ کو کیون نہ دیا جو ابو بکر صاحب کو بخشا لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہان بھی یارون نے حرفت کی ھی کہ اتنی ہی سہی فضیلت ابو بکر صاحب کو مل جائے ورنہ شیعون کی کتب رجال مین انکو مولی رسول اللہ لکھا ہی کہ رسول اللہ کے غلام آزاد کردہ تھے۔

ان کی حرفت کا پتہ اس سے بخوبی مل سکتا ہے کہ ان کے راویون نے اس کے متعلق کتنی روایتین اور کس کس قسم کی بنائی ہین۔ پہلے تو قیمت مین تین قول ہی (۱) پانچ اوقیہ کو خریدا (۲) سات اوقیہ کو خریدا (۳) نو اوقیہ کو خریدا۔ چوتھا قول یہ ہی کہ ایک غلام حبشی اس کے عوض مین دیا پانچوان قول یہ ہی کہ ابو بکر صاحب نے اُس وقت ان کو خریدا کہ کافرون نے ان کو پتھرون کے نیچے دبا دیا تھا اور دفن کر دیا تھا۔

یہ اختلاف بیان بجائے خود کافی دلیل اس کی ہی کہ اصلیت کے خلاف باتین بنائی جاتی ہین اور اصلی واقعہ چھپایا جاتا ہی حضرات اہلسنت نے صرف اسی بیان پر نہین اکتفا کی بلکہ یہان تک ترقی کی کہ قبل از اظہار نبوت آنحضرتؐ ابو بکر کو بلال کا مالک بنایا اور اس مضمون کی روایت ڈھالی کہ جب حضرت نے اپنے عم معظم حضرت ابو طالب کے ساتھ سفر شام کیا ہے اور راہب نے حضرت ابو طالبؑ کو خوف دلایا کہ یہود و نصاری سے آپکی حفاظت کرنی چاہئے۔ تو حضرت ابو طالبؑ نے راہ سے معاودت کی اور مال اپنا بصرے مین بیچ کر کے چلے آئے مگر بعض روایت مین یہ ہی کہ حضرت ابو طالبؑ نے کچھ لوگونکو ساتھ کر کے حضرت کو مکہ بھیج دیا۔ اسکے ساتھ یہ بھی جوڑ دیا کہ اُس وقت ابو بکر صاحب نے بھی بلال کو حضرت کے ساتھ کر دیا جیسے شیخ عبد الحق

لکھتے ہین در بعض طرق وارد شدہ کہ فرستاد ابوبکر بلال را ہمراہ آنحضرتؐ بمکہ و این درست نمی آید زیراکہ ابوبکر در این سفر ہمراہ نبود و بلال راہنوز نخریدہ بود و ابوبکر خردتر از حضرت بود و آنحضرت دوازدہ سالہ بود صفحہ ۳۳ جلد ۲

اس روایت مین واضع نکارنے دو فضیلت بلکہ تین فضیلت نکالی تھی ایک یہ کہ ابوبکر صاحب اس سفر مین ساتھ تھے جس کی رو شیخ صاحبنے یون کی ابوبکر صاحب درین سفر ہمراہ نبود یارون نے ایک قصہ اور بھی بیان بنایا ہے کہ بحیرا راہبنے ابوبکر ہی سے دریافت کیا تھا یہ کون مرد اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے بیا ابوبکر نے کہا محمد بن عبداللہ تو راہبنے کہا یہ پیغمبر آخر الزمان ہین جب حضرت مبعوث برسالت ہوئے تو ابوبکر صاحب اسی بنیاد پر اسلام لائے اسپر شیخ عبدالحق لکھتے ہین شیخ ابن حجر گفتہ کہ اگر صحیح است این قصہ پس سفرے دیگر خواہد بود غیر سفر ابی طالب صفحہ ۳۴

اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ خود ابن حجر کو اس کی صحت مین تردد ہے اور شروع روایت مین خود شیخ عبدالحق نے بھی لکھا ہے انرا ابن عباس باسند ضعیف روایت کردہ است۔ دوسرے یہ کہ ابوبکر بلال کے مالک تھے جس کی نسبت لکھتے ہین بلال راہنوز نہ خریدہ بود۔

تیسرے یہ کہ ابوبکر نے از راہ کمال شفقت جسطرح حضرت ابوطالب نے لوگون کو ساتھ کیا تھا اسیطرح ابوبکر نے بلال کو ساتھ کیا اسکے نسبت لکھتے ہین ابوبکر خردتر بود بدو سال۔

پس جب شروع سے اہلسنت نے اس طرح کی روایتین وضع کرنی شروع کی ہین تو اور بھی اس روایت کی عدم صحت نمایان ہوئی کہ حضرت عباس نے بلال کو خرید کرکے حوالہ ابوبکر کیا شاہ ولی اللہ صاحب چونکہ اثبات خلافت شیخین مین مجبور ہین کہ جہانتک ہوسکے وضعی روایتین بنائین اس لیے قصہ مذکورہ بلال مین لکھتے ہین۔ وانچہ بعض اناس بسبب صغر سن صدیق دران وقت و عدم اشترا بلال الا بعد الاسلام استبعاد میکنند مجرد وہم است زیرا کہ ممکن است از اہل گیاست مثل این چیزہا کہ در صغر سن ظاہر شوند و جائز است کہ بلال را بطریق اجارہ یا عاریت ہمراہ گرفتہ باشند واللہ اعلم قرۃ العینین صفحہ ۱۰۶

یہان پر مصحح نسخہ مولوی نور الحسن صاحبنے جو حاشیہ لکھا ہے وہ بھی قابل دید ہے لکھتے ہین میگوید بندہ خاکسار کہ ہرگاہ وفات بلال در سال بست ہجری باشد و او شصت و سہ سالہ مردہ

باشند پس لامحالہ او بدہ سال خورد از آنحضرت باشد و چون سفر شام در دوازدہم از سنین عمر شریف واقع شد اگر بلال درین ایام طفل دو سالہ باشد اجارہ و استعارہ چہ معنی داشتہ باشد و اگر عمر بلال را ہفتاد و سالہ فرض کردہ آید پس از آنجناب سہ سال کم باشد و در ایام سفر شام نہ سالہ باشد باز ہم اجارہ گرفتن یا استعارہ او خالی از بعدیت نیست فتامل دیکھو قرۃ العینین مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۰

اس عبارت سے شاہ صاحب کے کلام کی قلعی کھل گئی کہ حضرت کے سفر شام کے وقت بلال کی عمر دو برس کی ہوتی ہے یا بفرض دوسرے قول ضعیف کے نو سال کی تو کون عاقل اسکو قبول کر سکتا ہے کہ ابوبکر صاحب جو خود اس وقت نہ سالہ یا دو سالہ تھے اُنسے ایسا امر ظاہر ہو کہ دو سالہ لڑکے کو حضرت کی حفاظت کیلیے ساتھ کریں۔

علامۂ ذہبی میزان الاعتدال مین بذکر عبد الرحمان بن غزوان راوی روایت مذکورہ لکھتے ہین۔

قلت انکر ما بعد حدیثہ عن یونس بن ابی اسحق عن ابی بکر ابن موسے عن ابی موسے فی سفر النبی وھو مراھق مع ابی طالب الی الشام وقصۃ بحیرا ومما یدل علی انہ باطل قولہ وردہ ابو طالب وبعث معہ ابو بکر بلالا وبلال لم یکن بعد خلق وابو بکر صبیا صفحہ ۱۰۲ جلد ۲۔

یعنی جو روایت اسنے قصہ سفر شام مین بیان کی ہے کہ ابوبکر نے بلال کو ساتھ کیا یہ باطل ہے کیونکہ بلال اسوقت تک پیدا ابھی نہ ہوے تھے اور خود ابوبکر اُسوقت کم سن تھے۔

اور علامۂ ابن القیم زاد المعاد مین فرماتے ہین ووقع فی کتاب الترمذی وغیرہ انہ بعث معہ ابو بکر بلالا وھو من الغلط الواضح فان بلالا اذ ذاک لعلہ لم یکن موجودا وان کان فلم یکن مع عمہ ولا مع ابی بکر۔ یعنی کتاب ترمذی وغیرہ مین جو یہ روایت آئی ہے کہ ابوبکر نے حضرت کے ساتھ بلال کو بھیجا غلط واضح ہے کیونکہ بلال تو اُس وقت شاید پیدا بھی نہ ہوے ہونگے اور اگر پیدا تھے تو نہ وہ حضرت ابو طالب کے ساتھ تھے نہ ابوبکر کے ساتھ اور تاریخ خمیس مین ہے قال الحافظ الدمیاطی وفی الحدیث وھم فی قولہ وبعث معہ ابو بکر بلالا اذ لم یکونا معہ ولم یکن بلال اسلم ولا ملکہ ابو بکر بل کان ابو بکر حینئذ لم یبلغ عشر سنین ولم یملک ابو بکر بلالا الا

بعد ذلک بالکثر من ثلاثین وکذا ضعفہ الذہبی قال ابن حجر رجال ھذا الحدیث ثقاۃ ولیس فیہ منکر سوی قولہ وبعث معہ ابوبکر۔
یعنی حدیث مین وہم ہے کیونکہ نہ ابوبکر اور بلال حضرت کے ساتھ تھے نہ بلال اُس وقت اسلام لائے تھے نہ ابوبکر اُنکے مالک تھے بلکہ ابوبکر کا سن اس وقت دس برس کا بھی نہ تھا اور ابوبکر تو اس کے تیس برس بعد بلال کے مالک ہوئے۔
افسوس کہ علماء اہل سنت نے اپنے خلفا کی محبت مین صحیح صحیح حدیثون کو اسطرح غارت کیا ہے کہ پناہ بخدا کیونکہ یہ قصہ حضرت کے سفر شام کا اور بحیرا راہب کی ملاقات کا اور اُسکے بشارت دینے کا کیسا عمدہ اور پاکیزہ واقعہ ہے کہ دوست دشمن سب پر موثر ہے مگر جب مخالفین اسلام اہل سنت کے ان وضعیات پر مطلع ہونگے کہ خود صحیح ترمذی مین ایسی غلط روایت داخل کی گئی ہے جو خود علماء اہل سنت کے نزدیک موضوع ہے تو وہ اصل واقعہ پر کس درجہ شکوک پیدا کرینگے۔
آپنے تنقید بخاری مین تو دیکھا ہوگا کہ حضرت کے بعثت کا قصہ بھی جو صحیح بخاری اور دیگر روایات فریقین مین بہ کثرت موجود ہے۔ اہل سنت کی کارروائیون سے محفوظ نہ رہ سکا وہان بھی حضرت ابوبکر پہونچائے گئے اور صحیح روایت غارت کی گئی۔
یہی تو وجہ ہے کہ جسقدر اہل سنت کی کتابین ملک مین شایع ہو رہی ہین اسلام کی مخالفت بڑھتی جاتی ہے کیونکہ عیسائی اور آریہ دونون ان کتابون کو دیکھتے ہین اور انہین وضعی روایتون پر اعتراضات کی ایسی بوچھار کرتے ہین کہ صحیح روایتین بھی متزلزل ہو جاتی ہین اور اہلسنت سے کچھ جواب نہین بن آتا۔
بہرحال جب معلوم ہو چکا کہ حضرت بلال مال ابوبکر سے نہین خریدے گئے بلکہ حضرت عباس نے خریدا تھا تو اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت عباس نے ابوبکر ہی کو ہبہ کیا نہ رسول اللہ کو تب بھی کوئی شرف ابوبکر صاحب کو نہ ملا کیونکہ یہ جو کچھ ہے وہ حضرت عباس کی خیرات ہے۔
اب پھر اس مین اختلاف ہے کہ حضرت بلال نے اور کسی خلیفہ کے لئے اذان دی یا نہین۔
اہل سنت نے یہ بھی بنایا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ وہ بزمانہ ابوبکر بھی اذان دیتے تھے عمر نے اپنی خلافت مین چاہا کہ بلال اذان دین تو بلال نے جواب دیا کہ مین اذان کہتم بر اسے

رسول خدا مکیفت واذان گفتم برائے ابوبکر دولی نعمت من بود شیخ عبدالحق صاحب اس روایت کو لکھکر لکھتے ہین "این روایت خلاف مشہور است"۔

اس روایت سے جہان یہ معلوم ہوا کہ بلال نے عہد ابوبکر مین موذنی نہین قبول کی۔ ہان یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر درحقیقت ابوبکر ہی اُنکے مالک ہوتے اور بلال اُنکو خلیفہ بحق سمجھتے تو کبھی ترک رفاقت نہ کرتے اور اُنکو چھوڑکر ملک شام نہ چلے جاتے۔

یہ روایت محض اسلیے بنائی گئی کہ کسی طرح ابوبکر صاحب کی کوئی حقیقت مالکانہ حضرت بلال پر قائم کرین لہذا موذنی کا اُنکے عہد مین [illegible] اہل سنت پہ غلط ہو۔

کتب رجال شیعہ سے اس واقعہ کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہنا بعد وفات رسول اللہ ترک کر دیا تھا اور خلافت ابوبکر پہ متفق نہ تھے تو عمر نے ان کو مجبور کیا تو انہون نے جواب دیا کہ جس کو رسول اللہ نے خلیفہ اپنا نہین بنایا ہم اس کی بیعت نہ کرینگے کیونکہ حضرت نے جسے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اُسکی بیعت ہماری گردنون مین ہے یوم قیامت تک اسپر عمر نے اُن کو گالی دی اور کہا کہ ہمارے شہر سے چلے جاؤ لہذا حضرت بلال نے سفر شام اختیار کیا۔

یہ روایت کتب رجال شیعہ مین ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس قدر تو یقینی ہے کہ بعد وفات رسول اللہ انہون نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا اور جانب شام روانہ ہوئے اور ناظرین کتب تاریخ کو معلوم ہے کہ ملک شام اُس وقت تک ملک کفر تھا کیونکہ وفات رسول اللہ کے بہت دنون بعد وہان جنگ شروع ہوئی ہے۔ خالد بن ولید پھر ابو عبیدہ جراح وغیرہ بھیجے گئے ہین تو قبل اس کے کہ وہان اسلام کا تسلط ہو حضرت بلال کا وہان جانا ضرور کسی وجہ خاص سے تھا۔ اور پھر وہین مدۃ العمر رہنا اور مدینہ منورہ نہ آنا جو حضرت کا دار الہجرۃ تھا اور تمامی مسلمین کو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ وہان جاکر قیام پذیر ہون۔ اس کی خبر دیتا ہے کہ یہ سفر حضرت بلال کا کسی خاص وجہ سے تھا کہ وہ مدینہ سے رنجیدہ ہو گئے تھے۔

اور تائید اِس کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت بلال کے مدینہ آنے اور اذان کہنے کے بارے مین شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہین۔ چون بلال رضی اللہ عنہ بشام رسید بعد از شش ماہ حضرت رسول را بخواب دید کہ می فرمایند یا بلال ما ھذا الجفاء الا تزورنا۔ پس بلال ہمان

ساعت متوجه مدینه شد وچون نزدیک رسید از احوال فاطمه وحسن وحسین سلام الله علیهم اجمعین پرسید گفتند فاطمه بجنت خرامید وحسن وحسین باقی اند۔ وچون بمدینه درآمد خواستند مردم که برای ایشان اذان گوید هیچکس را مجال آن نه شد که به بلال این سخن بگوید گفتند از حسین التماس باید کرد که به بلال امر فرمایند که اذان بگوید که او را از فرمودهٔ ایشان چاره نخواهد بود پس امام حسین امر فرمود وبلال به اذان گفتن در آن موضعے که در حضور شریف حضرت علیه السلام معتکف بر آمد چون گفت الله اکبر الله اکبر تصور روند کار ایام حیات رسالت شورشے وگریه بر مردم راه یافت وچون گفت اشهد ان لا اله الا الله آن شورش وگریه زیاده شد وچون گفت اشهد ان محمد رسول الله زلزله در شهر افتاد وگریه ونالهٔ در گرفت گویا امروز رحلت آنحضرت است پس بلال را مجال اذان گفتن شد ونه مردم را طاقت شنیدن ماند صفحه ۶۷۵

کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال کا آنا بوجہ ایک خواب کے تھا کہ حضرت کو سفر شام کے چھ مہینہ کے بعد خواب مین دیکھا اور آپنے اس کی شکایت کی کہ تم مدینہ کیون نہین آتے قریب مدینہ پہونچکر انہون نے جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کا حال دریافت کیا جس پر وفات جناب سیدہ کا ان کو حال معلوم ہوا جو بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ حضرت بلال نے بعد رحلت جناب رسالتمآب اور قبل وفات جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا سفر شام کیا تھا اور بنا بر روایات اہل سنت وفات جناب سیدہ آنحضرت کی وفات کے چھ مہینہ بعد ہوئی جس سے اور بھی اسکی تائید ہوئی کہ بعد انتقال آنحضرت فوری سفر شام بلال کو پیش آیا۔ تو اب یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت بلال خلافت کی طرف سے یا معتوب تھے یا خلافت نے اس وفات جناب سیدہ کو اس قابل نہ سمجھا کہ اُن اصحاب کو جو دور مقام پر ہین اطلاع دیں۔ خواہ اس خیال سے کہ عام مسلمانون کو نہ معلوم ہو کہ رسول اللہ کا کوئی وارث بھی ہے خواہ اس خیال سے کہ یہ واقعہ کوئی شان نہین رکھتا جس سے کسیکو اطلاع دی جائے۔

بہرحال حضرت بلال کے استفسار احوال اہل بیت طاہرین سے اور پھر کسی کی جرأت نہ کرنا اسپر کہ اذان کی فرمائش کرے اور جناب سید الشہدا روحی لا الفداء کے حکم سے اذان دینا۔ اسکا بخوبی پتہ چلتا ہی کہ جو کچھ خصوصیت تھی انکو خاندان رسالت سے تھی نہ ابوبکر کی خریداری سے نہ اُن کے مال سے

وفات انکی سنہ ۲۰ ہجری مین ہوئی یا سنہ ۲۱ مین ۶۳ برس کی عمر مین اور بعض لوگ ۷۰ برس لکھتے ہین
اور باب صغیر دمشق مین مدفون ہوے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

(۲) ابن ام مکتوم

بعض علما نے انکا نام عمرو لکھا ہے اور بعض نے عبد اللہ اور بعض نے عبد العزیز یہ پیدایشی اندہے تھے انکی اذان کے بارے مین بروایت صحیح بخاری ابن عمر فرماتے ہین کہ رسول اللہ نے فرمایا ماہ مبارک مین بلال کی اذان صبح کے بعد کھا سکتے ہو - مگر جب ابن مکتوم اذان دین تو ترک کردو - مگر حضرت عائشہ اس روایت کو غلط بتاتی ہین جیسا کہ سنن بیہقی مین ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر نے اس روایت مین غلطی کی ہے کیونکہ حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ ابن ام مکتوم کی اذان تک اجازت کہانے کی ہے کیونکہ وہ اندہے ہین جو وقت صبح نہین پہچانتے بخلاف بلال کے جو وقت کو پہچانتے ہین پس اونکی اذان کے بعد کھانا پینا چھوڑ دینا چاہیے -

افسوس ہے کہ راویان نے بلکہ خود اصحابہ کبار نے کس کس طرح سے حدیثونکو اولٹا ہے حضرت عائشہ کی اس قسم کی نکتہ چینیون مین عبد اللہ بن عمر - ابو ہریرہ ابو درداوغیرہ زیادہ مبتلا نظر آتے ہین جنکی حدیثین صحاح ستہ مین زیادہ ذکی گئی ہین - علامہ سیوطی نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جسکا نام عین الاصابہ فیما استدرکتہ عائشہ علی الصحابہ ہے جسمین بہت سے صحابہ کی غلط گوئیان دکھائی گئی ہین - اور حضرت عمر کی روایتونپر خود جو اعتراضات کئے ہین اوسکا پتہ تو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی ملتا ہے - ابن ام مکتوم کی وفات جنگ قادسیہ مین ہوئی بعہد خلافت خلیفہ دوم -

(۳) سعد قرظ

حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے - جو آزاد کردیے گئے تھے - رسول اللہ نے انکو مسجد قبا کا موذن مقرر کیا تھا مگر خلیفہ اول نے اپنے عہد خلافت مین بعد بلال انکو مسجد نبوی کا موذن مقرر کیا جو بعد کو انکا خاندانی منصب قرار پایا بعہد حکومت حجاج انکی وفات ہوئی سنہ ۷۴

(۴) ابو محذورہ

انکا نام اوس یا سمرہ یا سلمہ یا سلمان یا عبد العزیز یا معبر تھا انہون نے بحکم رسول اللہ مکہ مین اذان

دی تھی۔ انکا نام آیندہ واقعات مین بھی آئیگا۔ وفات انکی ۵۹ھ مین ہوئی۔

(۵) زیاد بن حارث صدائی

انہون نے حضرت کے زمانہ مین سفر مین ایک دفعہ اذان دی تھی جسپر حضرت بلال نے چاہا کہ ہم اقامت کہین تو حضرت نے فرمایا کہ نہین جسنے اذان دی ہے وہی اقامت کہے۔ سن وفات انکا نہین معلوم ہوا ان حالات سے ایک سمجھدار شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اصل موذن دو ہی تھے ایک بلال دوسرے ابن ام مکتوم جیسا کہ روایت ابن عمر سے بھی مذکور ہوئی سعد۔ ابو محذورہ۔ زیادہ تو زبردستی موذن بنائے گئے ہین جسکے اغراض آیندہ کے واقعات سے معلوم ہونگے۔

صورت اذان

یہان ہم فریقین کی کتب فقہیہ سے ایک مختصر تصویر اذان کی کھینچتے ہین تاکہ ناظرین رسالہ کوئی حالت منتظرہ نہ باقی رہے۔

(۱) اذان پنجوقتہ نماز۔ اور جمعہ کیلیے سنت ہے۔ مگر امام محمد شاگرد ابو حنیفہ اسکو واجب جانتے ہین بشرط اجماع اہل بلد

(۲) ترجیع یعنی آواز کا گھٹانا بڑہانا چاہیے۔ مگر امام شافعی اسکا حکم دیتے ہین۔

(۳) اذان کے فقرات مین ٹھہرنا چاہیے۔ بخلاف اقامت کے۔

(۴) اذان کہتے وقت قبلہ رو ہونا لازمی نہین۔

(۵) حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کہتے وقت داہنے بائین منہ پھیرا جاے۔[۱]

(۶) اگر اذان والے مینار پر گھوم گھوم کر چکر لگائے تو اور بھی بہتر ہے۔

(۷) اذان کے وقت کان مین انگلیان ڈالے رہے تو افضل ہے۔[۲] اور اگر نہ کرے تو حسن ہے۔

---

[۱] مولوی عبدالحی صاحب نے یہان ایک روایت سنن ابو داؤد سے نقل کی ہے جسمین راوی بیان کرتا ہے کہ بلال طوماً تھے صرف حی الصلاۃ حی الفلاح کہتے وقت گردن پھیر دیا کرتے تھے۔ پھر مولوی صاحب فرماتے ہین کہ دوسرے محدثون نے اس قسم کی روایت کی ہے جس سے گھومنا چکر لگانا نکلتا ہے۔ ۱۲ راقم (دیکھو سباحۃ الفکر صفحہ ۶۲)

[۲] اصل عبارت اسکی یہ ہے الافضل للموذن ان یجعل صبعیہ فی اذنیہ وان لم یفعل فحسن اسنہ اصلیہ اسمین شاہ جہان... بہت کچھ دقت پڑی ہے کہ اسکے کیا مطلب ہین آخر کوئی اسکی توجیہ نہ نکال سکا کیونکہ جب انگلیان کان مین دینا افضل ہے تو نہ دینا حسن کیونکر ہوگا۔ رہا یہ امر کہ وہ سنت اصلیہ نہین ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بہت سی روایتون مین یہ حکم صاف صاف موجود ہے کہ حضرت نے اسکا حکم دیا سنن ابن ماجہ اور مستدرک امام حاکم مین موجود ہے کہ حضرت نے بلال کو حکم دیا کہ کان مین انگلیان دیا کرو اور ابن حبان اور ابو بکر بن خزیمہ نے بھی اسکی روایت کی ہے

(۸) اذان صبح مین لوگونکے خبردار کرنیکے لئے حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح دو دو مرتبہ کہنا درمیان اذان واقامت کے بہتر ہے۔

(۹) دوسرے اوقات مین مکروہ ہے مگر امام ابو یوسف کہتے ہین امیر لوگ کیلئے السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح یرحمک اللہ کہنا اولی ہے مگر امام محمد اس کو مکروہ جانتے ہین کیونکہ امیر غریب نماز مین سب برابر ہین

(۱۰) درمیان اذان واقامت کے بیٹھ جانا چاہئے کہ فصل ہو جاتا ہے یہ استنا مغرب مگر امام ابو حنیفہ کے دونون شاگرد ابو یوسف و محمد اس سے مخالفت کرتے ہین ۔

مختصر احکام ہمنے کتاب ہدایہ سے نقل کئے ہین جو نہایت مستند کتاب ہے بہت

(۱۱) اور فقہ رحمانی مین ہے جو حنفی فقہ کی کتاب ہے کتاب السعادات فی معرفۃ العبادات

چون اشہدان محمدا رسول اللہ بشنود گوید صلی اللہ علیک یا رسول اللہ چون دوم بار بشنود بگوید قرۃ عینی

یا رسول اللہ و دو سر انگشت را بر چشم مالد واین دعا بخواند اللہم متعنی بالسمع والبصر

(۱) فقہ شیعہ مین بلا اختلاف پنجوقتہ نماز کیواسطے خواہ ادا ہو یا قضا فرادا ہو۔ یا جماعت عورت ہو۔ یا مرد اذان واقامہ کہنا سنت ہے۔ مگر عورت کی اذان آہستہ ہوگی

(۲) ترجیع مکروہ بلکہ حرام ہے۔

(۵) وہ دوسرے شیعونکو کوئی تعلق نہین ہے نہ گھومنا ہے نہ چکر لگانا نہ ناچنا ہے۔ نہ تھرکنا۔ دائین بائین پھرنے سے کوئی سروکار نہین صرف قبلہ رو کھڑا ہو کر باآواز بلند کہے۔ اور فقرات اذان مین وقفہ دیتا جائے یہی اصل اذان رسول اللہ ہے۔

اور آخری ترکیب جو فقہ رحمانی سے لکھی گئی وہ خود دوسرے فرقہ کے نزدیک بھی بے اصل محض ہیہ یارونکی ایجاد ہے

گلدستہ اذان

صومعہ ۔ مئذنہ ۔ منارہ

ہدایہ مین یہ حکم لکھا ہے کہ موذن اگر صومعہ مین چکر لگائے تو بہتر ہے۔ اسپر حاشیہ چڑھا گیا ہے۔ کہ صومعہ اصل مین رہبانونکے عبادت خانہ کو کہتے ہین جہان راہب لوگ رہا کرتے ہین مسلمانون نے انہین بلکہ حنفیون نے یہ نام اپنی اوس جگہ کیلئے انتخاب کیا ہے جو اذان دینے کیواسطے مینار بنایا جاتا ہے۔ اور دوسرا ایک جگہ

بنا دیجاتی ہے جسپر اذان دیجائے ۔
عہد رسول اللہ مین بلکہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک نہ یہ منارہ تھا ۔ نہ یہ صومعہ بلکہ مسجد کے دروازہ پر یا
صحن مسجد مین یا خاص مسجد مین اذان دی جاتی تھی ۔
ابن سعد راوی ہین او رزید بن ثابت سے کہ جبتک مسجد بنی نہ بنی تھی اوسوقت تک بلال ہمارے
مکان مین اذان دیتے تھے جو متصل مسجد تھا اور بلند تھا جب مسجد تیار ہوئی تو اوسکی چھت پر بلال
نے اذان دینی شروع کی ۔
ولید بن عبد الملک نے جب مسجد نبوی کی نئے سرے سے تعمیر کی تو اوسوقت یہ اضافہ بھی کیا گیا کہ مسجد
کے ساتھ ایک صومعہ بھی بنایا گیا جسپر اذان دیجانے لگی
اس منارہ کا بننا تھا کہ روایتونکا انبار بھی ہونے لگا کہ منارہ پر اذان دینا مسنون ہے ۔
(۱) ابن عمر اور ابو بردہ اسلمی سے روایت ہے کہ اذان کہنا منارہ پر سنت ہے ۔
(۲) بلال جو حضرت کے زمانہ مین اذان دیتے تھے تو ایک اسطوانہ پر دیتے تھے جو عبد اللہ بن عمر کے مکان
مین تھا اور مسجد نبی سے قبلہ رو ۔
(۳) ابن زبالہ نے بھی اس قسم کی روایت لکھی ہے اور اوس منارہ کا نام بھی بتایا کہ مطمار تھا ۔
(۴) یہ اسطوانہ حضرت حفصہ کے مکان مین تھا جو مسجد کے قریب تھا اوسی پر بلال اذان دیا کرتے تھے
ان روایتونکو نقل کرکے علامہ سمہودی لکھتے ہین ان سب جھوٹونکو اوطرانے کہنا نجار اہے ۔ اور راوی اسکا
کثیر الغلط ہے کہ اوسکی کتابین جل گئی تھین ۔ لہذا اپنے حافظہ کے اعتماد پر حدیثین بیان کرتا تھا ۔ اور ظاہر
یہ ہے کہ عمر یا عثمان نے اذان کیلئے کوئی مینار نہیں بنوایا تھا ورنہ علما اوسکو بیان کرتے ۔
اور علامہ سیوطی کتاب الاوائل مین لکھتے ہین "کہ سب سے پہلے جو منارہ مصر پر چڑھا وہ شرحبیل بن عامر
ہے ۔ اور مسلمہ نے چند مینار بنوائے اذان کے لئے ۔ اور اسکی بنا بحکم معاویہ تھی " (یہ پوری عبارت حاشیہ
ہدایہ سے لیگئی ہے جو تصنیفات جناب مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی سے ہے دیکھو صفحہ ۲)
علامہ سیوطی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ مین لکھتے ہین "کہ مسلمہ نے جو معاویہ کیطرف سے بعد
عمرو عاص حاکم مصر ہوا تھا ۔ اون سب عمارتونکو گرا دیا جو عمرو عاص نے اس مسجد کے متعلق بنوائی
تھی پھر نئے سرے اس مسجد کی تعمیر کی ۔ اور پورب طرف مسجد کو بڑھایا ۔ اسی تعمیر مین مسلمہ نے چار

صومعہ (گلدستہ اذان) بنوایا تھا چہار طرف اذان دینے کیلئے اس مسجد اور کل عمارت کو عبدالعزیز بن مروان نے ۸۴ھ میں توڑدیا اور ہر ہر طرف بڑھا کر نئے سرے تعمیر کیا۔
پھر ۸۷ھ میں بحکم ولید اسمین ترمیم کی گئی۔
پھر ۹۶ھ میں قرہ بن شریک نے بحکم ولید توڑکر بنوایا۔
اور ۹۶ھ میں محراب بھی اسی مسجد میں قائم کی گئی اور سمت قبلہ کچھ داہنی جانب کج کیا گیا کیونکہ لیث بن سعد اور عبداللہ بن لہیعہ جو بڑے درجہ کے عالم تھے اونکا یہی مذہب تھا کہ قبلہ کے داہنی جانب کچھ منحرف ہوکر نماز پڑھی جانے۔

محراب

مسجدیں ابتدائے ایجاد سے محض ایک سادہ طور کے مکان ہوتی تھیں جنمیں نہ کوئی زینت کیجاتی تھی نہ نقش ونگار تھا نہ محراب تھا نہ مینار۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب مسجد رسول باہتمام عمر بن عبدالعزیز تعمیر ہوئی (جو مدینہ کے گورنر تھے اور خلیفہ وقت کے بھتیجے) تو اونھوں نے یہ اضافہ کیا کہ مسجد نبی میں محراب مجوف بنایا۔ اور اوسکے بعد سے اسکی تقلید تمامی مسجدوں میں ہونے لگی حسن المحاضرہ صفحہ ۱۳۵
غرض محراب اور مینار جو بنام صومعہ مشہور ہے بنی امیہ کے اضافات سے ہے جو غالبًا ملک شام سے تحفہ لائے ہیں اور تمامی اہل اسلام میں اسکی تقسیم کی۔
یہانتک مختصر طور پر صورت اذان۔ اور گلدستہ و مینارہ و محراب کی آپنے زیارت فرمائی جسکے تفصیلی حالات کچھ آئندہ بھی ظاہر ہونگے۔ اب دوسری رنگ آمیزیاں ملاحظہ فرمائیے کہ زمانہ کے انقلاب نے کس کس قسم کا انقلاب خاص اس اذان کے متعلق دکھایا ہے۔

تغیرات اذان

اس اذان کا سلسلہ جس عنوان سے شروع ہوا تھا عہد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حالت پر قائم رہا مگر بعد وفات ہوا جیساکہ اور احکام فرائض وسنن میں انقلاب آیا مسئلہ اذان بھی اوسی طوفان بے تمیزی میں آگیا۔

پہلا تغیر

اوسی روز شروع ہوا جو اسلامی انقلاب کا پہلا روز ہے یعنی وفات رسول اللہ کے دو ایک روز قبل یا اوسی روز یہ تغیر ہوگیا کہ قاتلان اسود عنسی نے جو بعہد حضرت مدعی نبوت ہوا تھا اوسکے قتل پر صبح کی اذان میں بعد اشہد ان محمد رسول اللہ یہ اضافہ کیا۔ اشہد ان عیہلہ کذاب۔

اسکا واقعہ بطور اجمال یہ ہے کہ باذان بادشاہ یمن جب اسلام لایا تو اوسکے ساتھ اور رعایا یمن بھی اسلام لائے جنمین یہ اسود عنسی بھی شامل تھا - اسکا نام عبہلہ بن کعب تھا اور ذوالحمار بھی کہتے ہین شعبدہ بازی اور کہانت مین ید طولی رکہتا تھا باذان بادشاہ کے مرنے پر جناب رسالتمآب نے ملک یمن کو چند حصون پر تقسیم کیا - اور ہر حصہ پر ایک ایک صحابی کو عامل مقرر کیا - اور **معاذ بن جبل** کو بطور گرداور مقرر کیا کہ ہر جگہ دورہ کرین اور احکام دینی کی تعلیم کرتے رہین جب حضرت علیل ہوئے اور آپ کی ناخوشی مزاج کی خبر مشتہر ہوئی - تو اس عبہلہ نے ملک یمن مین جہان اسکی سکونت تھی - دعوی نبوت کیا - اور اپنے شعبدہ کہانت کے زور سے بہت سے لوگونکو بہکایا - یہانتک کہ قیس بن عبد یغوث بھی جو روسار نامدار سے تھا اسلام سے منحرف ہوکر اوسکا سپہ سالار بنایا -

اسلام کیطرف سے بادشاہ یمن باذان کا بیٹا شہر نام صف آرا ہوا جسمین فتح اسود کے پلے نام قرار پائی اور معاذ بن جبل نے فرار مین مصلحت دیکھی مگر ملک مین سے باہر نہ گئے بلکہ وہین روپوش ہوگئے -

حضرت کو جب یہ معلوم ہوا تو آپنے چند افسر انکو متعنات کیا جسمین فیروز دیلمی بھی تھے اونے اس ملعون کا قصہ بسازش اوسکی زوجہ کے تمام کیا - اور اوسکے قلعہ پر اذان صبح دیگئی جسمین با واز بلند اشہد ان عبہلہ کذاب کی صدا بلند ہوئی اسود عنسی کا تسلط مین یمن تین مہینہ رہا - اور اوسکے قتل کی خبر حضرت نے آخر ایام حیات مین دی تھی بذریعہ وحی کے مگر ظاہری خبر اس فتح و فیروزی کی زمانہ خلافت خلیفہ اول مین آئی جو ایک طرحکا شگون مبارک سمجہا گیا -

یہ تغیر اذان کا محض صبح کیوقت ہوا تھا جو درحقیقت کوئی تغیر نہ تہا بلکہ ایک نعرہ خوشی تھا جو حضرت کی رسالت پر اداے شہادت کے ساتھ یہ صدا بھی بلند ہوئی جس سے اسود عنسی کے ہمراہیان و پیروان قلعہ کی حفاظت سے دست بردار ہوے اور یہ قلعہ مع لواحق و توابع ممالک محروسہ اسلام مین داخل ہوا

دورہ خلافت خلیفہ اول

اس خلافت کا زمانہ چونکہ بہت ہی قلیل ہر کہ دوڈھائی برس مین طے ہوگیا لہذا احکام شریعت پر اسکا اثر کم پڑا تاہم اذان ایسی چیز بھی اسکے اثر سے خالی نہ رہی -

دوسرا تغیر

تا عہد رسول اللہ یہ قاعدہ تھا کہ بلال جب اذان سے فارغ ہوتے تو خدمت رسول اللہ مین آکر

عرض کرین السّلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ یرحمک اللہ
مگر حضرت ابوبکر کے عہد مین یہ قاعدہ اس صورت سے بدلا کہ موذن بعد اذان آکر عرض کرے السلام
علیک یا خلیفۃ رسول اللہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح سیرۃ حلبیہ مین ہے کہ بعض
علمانے کہا ہے یہ بھی بدعت ہے کہ درمیان اذان واقامت کے موذن دروازہ امیر پر آئے اور کہے
حی علی الصلوۃ اور بعض علما قائل ہین کہ اس بدعت کا احداث بعہد معویہ۔

تیسرا تغیر

اسی عہد خلافت مین یہ ہوا کہ مطابق اصلی قانون اسلام اذان کا سننا کسی بستی سے ہو اور سکے
اسلام کی علامت تھی کہ حکم اسلام اوسپر جاری ہوتا۔ اونکا خون اونکا مال اونکے اہل وعیال سب
امان مین رہتے اور اونسے جنگ نہ کی جاتی۔ مگر خالد بن ولید نے جو سپہ سالار خلیفہ اول تھے۔ اس قانون
کو توڑ دیا جس بستی سے اذان کی آواز سن چکے تھے اور جن مسلمانونکو نماز پڑھتے دیکھ چکے تھے۔ اپنی
خواہش باطل کیلیے اون مسلمانونکو قتل کر ڈالا۔

تفصیل اسکی بالاجمال یہ ہے کہ خلافت خلیفہ اول کی دسوین روز اس بنیاد پر تمام عرب مین بغاوت
پیدا ہوئی کہ اگر خاندان رسالت سے خلافت نکال لیگئی ہے تو ہم لوگون کے رہتے یہ کیونکر خلیفہ ہوسکتے ہین۔
حالانکہ ہمارا خاندان ہمیشہ معزز رہتا چلا آیا ہے۔ اسی بنیاد پر زکوۃ دینے سے اکثرون نے انکار کیا اور اطاعت
خلیفہ اول سے منحرف ہوگئے۔

اس بغاوت کے دور کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولید نامزد ہوئے جو ایک مشہور بہادر تھے۔ خلیفہ نے
انکو وصیت کی کہ جہان اذان کی آواز سننا وہان کے لوگونکو امان دینا اونسے متعرض نہوتا۔ مگر خالد نے
اسپر یہ اضافہ کیا کہ ہزارون مسلمانون کو قتل کیا اور اونکی عورتون بچونکو قید کیا اور بہتون کو زندہ
جلوادیا۔ تاکہ رعب سلطنت بخوبی بیٹھ جائے۔

حکم اذان کی پابندی مین بالخصوص مالک بن نویرہ کا نام لیا جاتا ہے جہان حضرت ابوقتادہ انصاری
اور عبد اللہ بن عمر نے خود گواہی دی تھی کہ مینے ان لوگون کو اذان دیتے سنا ہے۔ مگر خالد چونکہ ابتدا سے
زوجہ مالک بن نویرہ پر عاشق تھے ان سب گواہونکو بالائے طاق رکھکر مالک کی گردن زدنی کا حکم
دیا۔ اور اسی شبکو زوجہ مالک بن نویرہ پر متصرف ہوے جو کسیطرح جائز نہ تھا۔

یہ قصہ نہایت ہی طولانی ہے اور چند وجہوں سے یہ قصہ اذان میں پیش کیا جاتا ہے جس سے خلفا پر الزام آتے ہیں کیونکہ خلیفہ دوم نے بخیال حقانیت خواہ بلحاظ دوستی مالک بن نویرہ بہت کچھ زور مارا کہ خلیفہ اول کسیطرح خالد کو بقصاص مالک قتل کریں یا بعوض جرم زنا سنگسار کریں۔ یا بلحاظ مصلحت ملکی معزولی پر قناعت کریں۔ مگر خلیفہ اول نے ایک نہ سنی اور خالد بن ولید کو معقول ترقیاں دیتے رہے۔ یہانتک کہ خلیفہ دوم کی خلافت کا زمانہ آیا خلیفہ نے پہلا کام یہی کیا کہ خالد کو سپہ سالاری ملک روم و شام سے معزول کیا اور جن قیدیوں کو خالد لیکر آئے تھے واپس کیا یہانتک کہ جو دستہ سے وہ عورتیں منگا کر انکے سابق شوہروں کو واپس کی گئیں۔

چوتھا تغیر یہ ہے کہ اس دورۂ خلافت سے بروایت کنز العمال الصلوۃ خیر من النوم کی تثویب کی گئی مگر اس روایت میں خلیفہ کا اس باب میں کوئی ذکر نہیں لہذا اسکی تفصیل دورۂ خلافت دوم میں کیجائیگی

دورۂ خلافت دوم

یہ دور جسطرح بہت سے واقعات عجیبہ وغریبہ میں یادگار مانا جاتا ہے بالخصوص ترمیم و تنسیخ احکام شریعت نبوی میں بھی مشہور روزگار ہے کیونکہ ابواب فقہ سے کوئی باب ایسا نہ ملیگا جسمیں حضرت فاروق کی رائے نے بمقابلہ حکم خدا و رسول نہ اثر کیا ہو خصوصاً اذان میں تو وہ بدعتیں ہوئیں کہ آجتک یادگار ہیں

پانچواں تغیر

یہ دو برس پیشتر سے جاری تھا کہ موذن بعد اذان دربار خلافت میں آکر السلام علیک یا خلیفہ رسول اللہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح عرض کرتا تھا اسمیں حضرت فاروق نے لقب امیر المومنین اختیار کرنیکے بعد یہ اضافہ کیا کہ ورحمۃ اللہ بھی کہا کرے۔ مگر بعض قائل ہیں کہ یہ اضافہ حضرت عثمان کے پاس نام ہے۔ اوسوقت سے یہ دستور خلفائے بنی امیہ و بنی عباس تک جاری رہا۔

یہاں ایک دوسری روایت بھی منقول ہے کہ جو بالکل اسکے مناقض ہے چنانچہ درالمناحث سے روایت۱؎ لکھی گئی ہے کہ حضرت عمر جب وارد مکہ ہوئے تو موذن نے آکر کہا الصلوۃ یا امیر المومنین حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح جسپر خلیفہ نے فرمایا اوی ہو تجھپر کیا تو مجنون ہے کیا جو تو نے

۱؎ تحقیق عجیب ص

کان یوذن بالصبح فیقول حی علیٰ خیر العمل - اور کتاب الغایہ شرح الہدایہ مین بھی یہ روایت موجود ہی -

(۴) تعجب ہے کہ آپ بیہقی کی روایت بھی نقل کرتے ہین اور پھر یہ قول کہ اسکی روایت ثابت نہین ہے نہین معلوم دونون مین کونسا جملہ صحیح ہے -

(۵) زیلعی نے اگر کشف رجال کا حکم دیا ہی تو اوسکی تعمیل کرنا چاہیے نہ یہ کہ بلا کشف ایکطرفہ حکم صادر کر دیا جائے -

(۶) جبکہ بہت سی روایتون مین صاف صاف موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا ہے گاہے اذان مین یہ جملہ فرمایا کرتے تو آپکا یہ لکھنا کہ ابن عمر نے کبھی نہ کہا کیونکر درست ہو سکتا ہے -

(۷) یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ دوسرے صحابی سے منقول نہین کیونکہ بروایت ابن حزم ابو امامہ بھی اذان مین حیّ علیٰ خیر العمل کہا کرتے جو صحابی تھے - اور خود بلال نے اس جملہ سے اذان دی - اور حضرت امام زین العابدین بھی حیّ علیٰ خیر العمل کہتے تھے جسکے نسبت فرمایا کرتے یہی اذان اول ہی - یہ سب روایتین آپ ہی کے یہان کی ہین نہ کسی دوسرے فریق کی پس گو حضرت امام زین العابدین صحابی نہ تھے مگر تابعین سے تو ہین جنکا قول مقبول ہی -

(۸) حرام نہ جاننا اور مکروہ جاننا بھی بیقاعدہ ہے - کیونکہ حرمت پر تو حضرت فاروق کے قول کو آپ سند آمیش کر سکتے ہین - بخلاف کراہت کے جسکی سند نہ قول خدا و رسول سے لا سکتے ہین نہ قول صحابی سے صرف نووی کے قول سے کیا ہو سکتا ہی جو ایک معمولی درجہ کے عالم تھے -

اگرچہ یہ مسئلہ اوس قبیل سے ہے کہ فریقین کے مناظرہ مین اس سے بحث کی گئی ہے اور آئیندہ معلوم ہوگا کہ بحیثیت عمل بھی اس جملہ پر بہت سی خونریزیان ہوئی ہین کیونکہ یہ جملہ خاص فرقہ ہونے کی علامت قرار پائی ہے - مگر ہمکو بحیثیت مورخ یہان اسیقدر لکھنا کافی ہے - کہ اس اختلاف فریقین کی بنیاد اسی وقت سے قرار پائی جبکہ خلیفہ دوم نے فرمایا یہ تین چیزین عہد رسول مین جاری تھین اب مین اونکو حرام کرتا ہون متعہ النسا متعہ الحج - حیّ علیٰ خیر العمل -

اس جملہ کی خوبی اور معنی خیز ہونا اپنے اوس سبب کو بھی ڈہونڈہتا ہے جس سے خلیفہ دوم نے اس جملہ کی ممانعت فرمائی اور در حقیقت پولٹیکل مصالح سے اسکی ممانعت اونکی پالیسی مین ضروری تھی

کیونکہ خم غدیر مین رسول اللہ نے بحضرت علی کو اپنا جانشین کرنا چاہا۔ تو بحکم رسول بلال موذن نے اسی جماعت بلوند ادی تھی کہ حی علی خیر العمل کہ تم عمل پر آمادہ ہو جاؤ جس سے معلوم ہوا یہ جملہ اذان مین اوس واقعہ کا یاد دلانے والا ہے جسکے مٹانے کی کوشش اوسکے فریق مخالف پر لازم ہے۔ اسیوجہ اس جملہ کی تبدیلی ایک ایسے جملہ سے کی گئی جس سے وہ جملہ بالکل محو سہو ہو جائے (حبیب السیر ملاحظہ ہو)

ساتوان تغیر

یہ ہے کہ جناب خلیفہ دوم نے اذان صبح مین کلمۂ الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا جیسا کہ موطا امام مالک مین ہے کہ موذن آیا عمر کے پاس تا کہ نماز کے لئے پکارے موذن نے اونکو سوتا پاکر کہا الصلوٰۃ خیر من النوم اسپر حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس جملہ کو داخل اذان صبح کرو۔ تحقیق عجیب صـ۳ اسی روایت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مذہب فاروقی مین داخل کیا ہے اور مشکوٰۃ مین بھی یہی روایت لی گئی ہے یہانتک کہ خود حضرت عمر نے اسکو لفظ بدعت و احداث سے بھی یاد کیا ہے

کنز العمال مین ہے عن ابن جریج قال اخبرنی عمر بن حفص ان سعد اول من قال الصلوٰۃ خیر من النوم فی خلافۃ عمر فقال عمر بدعۃ ثم ترکہ فان بلالا لم یوذن لعمر ایضا عن ابن جریج قال اخبرنی حسن بن مسلم ان رجلا سال طاوسا متی قیل الصلوٰۃ خیر من النوم فقال طاوس اما انہا لم یقل علی عہد رسول اللہ ولکن بلالا قد سمعہا فی زمان ابی بکر بعد وفاۃ رسول اللہ یقولہا رجل غیر موذن فاخذہا منہ فاذن بہا فلم یلبث ابوبکر الا قلیلا حتی اذا کان عمر فقال لو نہینا بلالا عن ہذا الذی احدث وکانہ نسیہ فاذن بہ الناس حتی الیوم

پہلی روایت یہ ہے ابن جریج سے کہ سعد اول شخص ہین جسنے اذان مین کہا الصلوٰۃ خیر من النوم بزمانہ خلافت عمر اوسپر خلیفہ نے کہا یہ تو بدعت ہے پس ترک کیا کیونکہ بلال نے کبھی بزمانہ عمر اذان نہین کہی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ کسی نے طاوس سے پوچھا الصلوٰۃ خیر من النوم کی کب سے ابتدا ہوئی۔ تو جواب دیا کہ بزمانہ رسالتمآب تو ہرگز یہ جملہ نہین کہا گیا مگر بزمانہ ابوبکر ایک شخص جو موذن نہ تھا اوسنے یہ جملہ کہا۔ بلال نے سیکھ لیا اور اپنے اذان مین کہنا

شروع کیا۔ زمانہ ابوبکر تو قلیل تھا۔ عمر جب خلیفہ ہوئے تو کہا کاش ہم منع کرتے بلال کو اس جملہ سے جو نو احداث ہے۔ مگر شاید بھول گئے جسکے بعد سے یہ جملہ آجتک جاری رہا۔

ان روایتون کے ایجاد کی غرض صرف اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ کسیطرح حضرت بلال کی زبانی اس جملہ کا داخل اذان ہونا ثابت کرین۔ گو بعد وفات رسول اللہ ہی کیون نہو۔ مگر اس مقصد مین کامیابی اسوجہ سے نہین ہوسکتی کہ تمامی محدثین و مورخین نے بیان کیا ہے بلال نے کسی خلیفہ کے زمانہ مین اذان نہین کہی تو اس جملہ کی نسبت اونکی طرف کیونکر ہوسکتی ہے۔ تب اسپر یہ ترقی کی گئی کہ الصلوۃ خیر من النوم کی اجازت خود حضرت رسول اللہ کیطرف منسوب کردی چنانچہ طبرانی ابوالشیخ ابن ماجہ ابن ابی شیبہ وغیرہ اسی انداز کی روایتیں بیان کرتے ہین کہ بلال نے یا سعد نے حضرت کو بوقت صبح عالم خواب مین پاکر یہ جملہ کہا جسپر حضرت نے فرمایا کیا خوب یہ جملہ ہے اے بلال اسکو اذان مین داخل کردو۔ اسی جملہ سے صاحب بحر الرائق اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ یہ زیادتی مستحب ہے۔!

ان روایتون مین عجب کچھ گڑبڑ دیکھا تو امام نسائی نے یہ حدیث نکالی کہ ابو محذورہ کہتے ہین ہم جو اذان دیتے تھے رسول اللہ کیوقت مین تو صبح کی اذان مین حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے اور ابوداؤد نے تو خود رسول کے تعلیم کی روایت پیش کی ہے کہ حضرت نے اسیطرح تعلیم دی تھی کہ صبح اذان مین الصلوۃ خیر من النوم کہا کرے

ان روایتون کی ضرورت شاید اس سبب سے پیدا ہوئی کہ بلال والی سابق روایت کو امام بیہقی نے مرسل قرار دیا ہے۔ اور شیخ تقی الدین اسکے راویون کی یہ دعوی کرتے ہین کہ وہ مسلمان نہ تھے تو وہ مجہول ہوئے ؛

یہ سب سندین گو ایک گونہ مطمئن کرنیوالی تھین کہ اس بندوبست سے یہ جملہ بھی اذان مین بحکم رسول داخل ہوتا ہے مگر موطا امام مالک والی روایت جو شروع مین لکھی گئی ہے ان سب خس و خاشاک پر چونکہ آتش سوزان کا کام دیتی تھی۔ لہذا عجب طرح کی کھلبلی پیدا ہوئی کیونکہ اسکی عظمت و جلالت صحاح ستہ سے بھی بڑھکر ہے جس سے نہ اسکے غیر معتمد ہونیکا جادو چل سکتا ہے۔ نہ اور کوئی ترکیب۔ لہذا مولوی عبدالحی صاحب فرماتے ہین کہ اگرچہ ابن

روایتوں سے کوئی شبہ پیدا ہو کہ روایت امام مالک کی معارض ہے تو ہم جواب دینگے کہ حضرت عمر کا یہ حکم ابتدائی حکم نہ تہا۔ بلکہ رسول اللہ سے سُن چکے تھے تو اب حضرت عمر کو یہ مکرر ہ معلوم ہوا کہ یہ جملہ غیر موقع میں کیوں کہا جائے بلکہ اذان میں داخل کیا جائے یہی جواب دیا ہے طیبی نے ۱۱

علامہ طیبی نے تین جواب اور دیئے ہیں جنکو مولوی عبدالحی صاحب درست نہیں جانتے۔

ایک یہ کہ شاید عمر کا اس جملہ کو اذان میں داخل کرنیکا حکم منجملہ موافقات کے ہو یعنی اون باتوں سے ہو جنمیں اکثر حضرت عمر نے خدا و رسول سے یا خدا و رسول نے حضرت عمر سے موافقت کی ہے۔

اسپر مولوی عبدالحی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ یہ جواب مردود ہے کیونکہ توارد میں اتحاد وقت ضروری ہے۔ اور اس روایت میں تو یہ بیان ہے کہ بزمانہ خلافت عمر یہ واقعہ پیش آیا کہ موذن نے آکر الصلوۃ خیر من النوم کہا پھر توارد کیونکر ہو سکتا ہے؟

دوسرے یہ کہ شاید عمر کو روایت ابو محذورہ نہ پہونچی تھی لہذا عمر نے اپنے اجتہاد سے حکم دیا مگر بعد کو انکا اجتہاد اور نص رسول مطابق ہو گیا۔

تیسرے یہ بھی احتمال ہے کہ عمر نے سنا ہو مگر بہول گئے جب نیند میں آکر موذن نے چونکایا اور یہ جملہ کہا تو عمر کو یاد آ گیا کہ یہ جملہ تو جزو اذان تھا لہذا حکم دیا کہ داخل اذان کیا جائے۔

اسپر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں احتمال بھی بعید ہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ عہد نبوی میں متروک ہو چکا تھا اور بعد وفات بھی حضرت کے یہ جملہ متروک رہا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اس تقریر کی حقیقت یہیکہ کہانتک راستی کا پیرایہ رکھتی ہے۔ روایات صدر سے ظاہر ہے کیونکہ ابھی کنزالعمال کی روایت سے معلوم ہوا کہ خود خلیفہ دوم نے اسکو بدعت کا لقب دیا ہے۔ اور طاؤس والی روایت میں تو صاف صاف مرقوم ہے کہ عہد رسول میں کسی نے یہ جملہ نہیں سنا تہا۔

یہی سبب ہے کہ صحیح مسلم میں جو روایت اذان مسنون کی خود خلیفہ دوم سے منقول ہے اوسمیں اس جملہ کا وجود نہیں بلکہ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ کسیطرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ جملہ اذان مسنون میں داخل ہے بلکہ تلویح شرح صحیح بخاری میں محمد بن حسن کا قول لکھا ہے کہ تثویب در اصل اذان و اقامت کے درمیان میں تہا مگر لوگوں نے یہ بدعت کی کہ داخل اذان کر دیا کیونکہ تثویب

قدیم یہ تھا کہ بعد اذان الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرین مگر لوگون نے اب اوسکو داخل
اذان کردیا اور موطا محمد بن حسن مین بھی یہی مضمون ہے کہ اصل مین بعد فراغ اذان الصلوٰۃ
خیر من النوم کی ندا دیجاتی تھی لوگونکے جگانے کے لئے نہ یہ کہ اذان مین داخل کرین
اس مضمون کی تین روائتین مولوی عبدالحی صاحب نے بھی دوسری کتابون سے جمع کی ہین
اور اونکو قبول کیا ہے۔

(۱) بنایہ شرح ہدایہ مین ہے کہ مصنف نے تثویب قدیم کو نہین بیان کیا۔ اور اصل مین تثویب یہ ہے کہ
بعد اذان صبح کہین الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ

(۲) محیط مین ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم کو بعد اذان کہین نہ اصل اذان مین۔
اور یہی مختار ابوبکر بن فضل بخاری ہے

(۳) کافی مین ہے کہ تثویب قدیم یہ تھا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے بعد اذان کے دیکھو تحقیق عجیب صفحہ ۳
مولوی عبدالحی صاحب نے شرح وقایہ مین بھی امام محمد کا ایک قول ایسا ہی نقل کیا ہے صفحہ ۱۶۵
ان روایتون پر اگرچہ اجکل عمل نہین ہے۔ مگر اس سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ جزو اذان بحکم رسول
اللہ نہین تھا۔ بلکہ جسطرح اپنے عہد مین خلیفہ دوم نے باختیار خود اسکو جزو اذان بنانا چاہا تھا اوسیطرح
امام ابو حنیفہ صاحب نے باجتہاد خود اسکا اجرا بعد اذان رکھا تاکہ اذان بھی اپنی حد پر کچھ باقی رہے
اور حکم خلیفہ بھی معطل نہو بعد اونکے دیگر علمانے اوسی طریقہ کو پسند کیا جو بیچ مین قائم کیا گیا تھا۔

ہان جن مقدس علمانے اسکی کوشش کی ہے کہ کسیطرح اس جملہ کو سنت نبوی قرار دین جن مین مولوی
عبدالحی صاحب بھی داخل ہین وہ ایک ایسی خطرناک حالت مین ہین کہ کسیطرح سے مستحق انعام
نہین رہتے نہ قابل قدر۔ کیونکہ نہ اونہون نے خدا اور رسول کو راضی کیا جو کسیطرح اسکے مجوز نہین نہ
خلیفہ کو جنسے اس قسم کے دینی اختیارات سلب کئے۔ حالانکہ وہ باختیار خاص اسکے موجد تھے اور
نہایت آزادی سے اوسکو بدعت بھی فرماتے جیسا کہ تراویح کے بارہ مین بھی نعمت البدعۃ کا
لقب دے چکے ہین۔ نہ اونہون نے امام اعظم کو راضی کیا جو اسکو بعد اذان مناسب سمجھتے ہین نہ جزو اذان۔
البتہ متاخرین علما کی یہ قدر شناسی بہت ہی قابل قدر ہے کہ وہ اوس نتیجہ پر پہونچ گئے جو امام مذہب
اور خلیفہ کے منصب مین فارق ہے کہ بمقابلہ حکم خلیفہ دوم کسی عالم مابعد کا حکم کوئی وزن نہین رکھتا

اسلیے بمخالفت امام اعظم اس جملہ کو داخل اذان قرار دیا نہ خارج اوس سے جسکے لئے یہ کارروائی بھی نہایت مناسب ہوئی کہ خود امام اعظم نے بعض فتوی بھی اس بارہ میں نکال رکھے جو آڑے وقت بہت کام دینگے کہ ہم کسیطرح امام اعظم کی مخالفت نہیں کرتے -

مگر سب سے زیادہ حیرت خیز یہ امر ہے کہ جسطرح امام اعظم کے متناقض فتوی اس مادہ مین پیش کیے جاتے ہین اوسیطرح خلیفۂ دوم کے بھی تو متناقض حکم اس مادہ مین موجود ہین کیونکہ کنز العمال کی روایتون سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خلیفۂ دوم نے اسکو منع کرنا چاہا مگر شاید بھول گئے پھر کیا دائمی ہوا جو ایک حکم پر عمل کیا گیا اور دوسرا حکم متروک قرار پایا -

اسی تناقض کے حکم مین وہ سب روایتین بھی داخل ہین جنمین یہ کوششین کی گئی ہین کہ کسیطرح اس مسئلہ کو بقول اشتراک پہونچائین جو ایک امر ناممکن کی کوشش تھی -

یہی باعث ہے کہ آگے چلکر یہی دونون جملے "حی علی خیر العمل" اور "الصلوۃ خیر من النوم" بڑے بھاری پالٹکیشن جملے قرار پائے جس سے صدہا نہین بلکہ ہزارون نفوس انسانی کا خون ہوا - اور عام خونریزی کے طوفان مین اسنے باد تند کا کام دیا جسکی تفصیل آئندہ مذکور ہوگی -

یہان سے مولوی عبد الحی صاحب کا وہ شبہہ رفع ہوگیا جو دربارہ حی علی خیر العمل فرمایا تھا کہ صحاح ومسانید وسنن مین یہ جملہ کیون نہین درج ہوا کیونکہ یہی اعتراض اس جملہ الصلوۃ خیر من النوم پر بھی وارد ہوتا ہے جو صحیح مسلم کی اذان مین بھی نہین مذکور ہے حالانکہ خود حضرت عمر سے یہ روایت نکلی ہے اور وہی اس جملہ کے موجد ومروج ہین -

تیسرا دور تغیرات

جسطرح جملہ اصول سیاست مدن وقواعد تمدن سلطنت عرب مین بنام ہوا اوسیطرح احکام شریعت وقوانین ملت مین بہت کچھ مشہور انام ہو گئے مسئلہ اذان ہر کیونکر اس انقلاب سے محفوظ رہ سکتا تھا

اذان کا تغیر

یہ ہوا کہ خلیفہ سوم نے ان تغیرات کو غیر کافی سمجھکر یہ اضافہ کیا کہ نماز جمعہ کیلیے جو قدیم الایام سے ایک اذان جاری تھی - اوسپر دوسری اذان اور بڑھادی جو اذان اول کے نام سے تعبیر کیجاتی ہے

یہ قول حضرت عثمان کا بلا اختلاف اونکے ادبیات مین داخل کیا گیا ہے جسکے لئے میری نظر سے ابھی تک کوئی ایسی روایت نہین گذری جسمین یہ دکھایا گیا ہو کہ عہد رسول صلعم مین بھی کبھی ایسا ہوا ہو جیسا کہ سابق والے تغیرات مین اس قسم کا اشتباہ ڈالا گیا ہے اور متناقض روائتین بنائی گئین جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایک ہی مضمون والی روایت صحیح ہوگی اور دوسری وضعی ہے کیونکہ اس خلافت کے اس قسم کے واقعات اس کثرت سے ہین کہ بات بنانیوالے بھی تھک گئے۔

باایںہمہ یہ اذان قبول کرلی گئی اور احکام فقہی مین اسکا حکم نافذ کر دیا گیا چنانچہ ہدایہ و شرح وقایہ وغیرہ کتب فقہیہ حنفیہ مین بتصریح تمام اسکے احکام مذکور ہین جنپر عمل کیا جاتا ہے۔ اور تمام جاری وساری ہے گو علماء اہلحدیث اوسکو ناجائز تصور کرین۔

مولوی عبدالحی صاحب شرح وقایہ مین لکھتے ہین اپنے مذہب کی ایک مستند کتاب فن حدیث سنن ابوداؤد سے۔ کہ عہد رسول اللہ سے تا زمانہ شیخین اذان جمعہ کا یہ قاعدہ تھا کہ امام جب منبر پر بغرض خطبہ جائے اوسوقت اذان شروع کیجائے مگر عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ مین ایک تیسری اذان[ف] کی ایجاد کی جو زورا (ایک بازار مدینہ کا نام ہے) مین دیجاتی دوسری روایت بھی اسی مضمون کی ہے کہ جب رسول اللہ منبر پر بیٹھتے تو دروازۂ مسجد پر ایک ہی اذان دیجاتی اور زمانہ شیخین تک یہی جاری رہا تیسری روایت مین بھی یہی مضمون ہے مگر اسقدر فرق ہے کہ حضرت کے زمانہ مین دروازہ مسجد پر نہین اذان دیجاتی تھی بلکہ مینار پر۔ اور عثمان نے اپنے زمانہ مین ایک دوسری اذان ایجاد کی جو بمقام (زورا) دیجاتی یہ سلسلہ دوسری اذان کا ہشام بن عبدالملک تک یون ہی جاری رہا مگر ہشام نے اپنے زمانۂ خلافت مین اسپر یہہ اضافہ کیا کہ بازار مدینہ والی اذان کو موقوف کرکے اوسکو مینار پر مسجد کے قائم کیا جسکا موذن ایک ہی

ف فرقہ شیعہ مین بلا اختلاف یہی قاعدہ جاری ہے کہ نماز جمعہ مین جب خطیب بارادے منبر جاتا ہے تو اذان دیجاتی ہے اسکے بعد پھر کوئی اذان نہین ہوتی اور اسکی تیسری[ع] ہونے کی کئی وجہ ہے و یعبر عنہ تارۃ بالاذان الثالث لان النبی صلعم شرع للصلوۃ اذانا و اقامۃ فالزیادۃ ثالث او مع صلوۃ الصبح وتارۃ بالاذان الثانی والوجہ واضح وھو انہ یقع ثانیا بالزمان او ما لم یکن بین یدی الخطیب لانہ الثانی باعتبار الاحداث سواء وقع اولا بالزمان او ثانیا ۱۲ حاشیہ شرح وقایہ ۱۲

شخص ہوتا تھا۔

اور جو دوسری اذان عہد رسول اللہ سے جاری تھی اوسمیں یہ اضافہ کیا کہ پہلے تین آدمی ملکر اذان دیتے تھے۔ اب بہت سے موذنوں کو اوسمیں شامل کردیا۔ دیکھو شرح وقایہ صفحہ ۱۷۲

مگر کتاب ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اذانوں کو مجمع کثیر کے ساتھ ہونا چاہیے بلا تفریق اسکے کہ کس اذان میں کتنی تعداد ہونی چاہیے۔ واذا اذن المو ذنون الاذان الاول واذا صعد الامام المنبر وجلس واذن المو ذنون بین یدی المنبر صفحہ ۱۵۱

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو جماعت کثیرہ ملکر انجام دیں۔ یہ اختراع شاید یہ اجتہاد امام اعظم ہے۔ ورنہ ہشام نے تو صرف دوسری ہی اذان میں افراد کثیرہ موذنین کا اضافہ کیا تھا۔ اسی وجہ سے علامہ رملی فرماتے ہیں کہ یہ اذان (مجمع والی) جو ہمارے دیار میں بہ اذان جوق مشہور ہے اسکے باب میں کوئی نص نہیں ملتی۔ شافعی کہتے ہیں اس مجمع والی اذان کو خطیب کے روبرو ہونا چاہیے۔ اسکے استحباب وکراہت میں بھی اختلاف کیا گیا ہے صاحب بزازیہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ نہیں ہے تو ہم کہینگے خطیب کے روبرو والی اذان بھی بدعت حسنہ ہوگی

اب دوسری اذان کے بارے میں سنئے جو عہد رسول کی بھی ایک اذان ہے۔ اسپر مولوی عبدالحئی صاحب حاشیہ چڑھاتے ہیں خطبہ کا بالائے ممبر ہونا سنت قدیم ہے (۱) مگر یہ بدعت قبیحہ ہے جو بطور عادت جاری ہے کہ خطیب پہلے خطبہ کے بعد ممبر کے دوسرے زینہ پر آجاتا ہے پھر اچک کر اوپر چڑھتا ہے جسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بدعت ہے[۱] (۲) امام کا ممبر پر چڑھتے وقت سلام کرنا بھی بدعت ہے مگر بعض احادیث میں یہ حکم وارد ہے جسکو زیلعی وغیرہ نے بہ تفصیل لکھا ہے کہ ضعیف ہے (مگر صحیح وہ ہے جو مختار شیعہ ہے) (۳) امام ابوحنیفہ نے خطبہ کو فارسی میں[۲] پڑھنا جائز کہا ہے۔ مگر

سے مولوی صاحب
یہاں بھی اپنی ذہانت
فرمائی ہیں ۱۲

---

[۱] یہانپر وہ روایت یاد آجاتی ہے جو سورہ کوثر کی شان نزول میں اکثر تفاسیر بلکہ کتب تواریخ میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت رسول اللہ نے خواب میں دیکھا تھا ہمارے منبر پر کچھ بندر چڑھتے اور کودتے ہیں جسکی تعبیر تسلط بنی امیہ سے کی گئی ہے کہ یہی لوگ اس قسم کی حرکتیں بالائے ممبر کرتے ہیں اونہیں لوگونکے اتباع سے ہیں جنکے بارے میں وہ خواب دکھایا گیا

[۲] تعجب ہے کہ فقہ حنفی کے روسے اللہ اکبر کا ترجمہ فارسی میں کرکے نماز میں کہنا جائز ہے اسیطرح دوسرے اذکار کا ترجمہ

اولیٰ ترک ہے) بسبب مخالفت رسول اللہ کے۔ (۴) مدینہ منورہ میں یہ بدعت جاری ہے کہ خطیب دوسرے خطبہ میں صلوات کہتے وقت داہنے بائیں منہ پھیرتے ہیں۔ چاہیئے لوگوں کے روبرو چہرہ رہے (۵) بعض خطیب یہ بھی کرتے ہیں کہ خطبہ میں وارض عن عمی نبیك الحمزة والعباس پڑھاتے ہیں جو خطائے فاحش ہے (۶) یہ بدعت بھی کرتے ہیں کہ جب خطیب رسول اللہ کا یا صحابہ کا نام لیتا ہے تو موذن صحابہ کے حق میں رضی اللہ عنہم کا غل مچاتے ہیں جو محض بدعت قبیحہ ہے (۷) یہ بھی بدعت جاری ہے کہ خطبہ ثانیہ میں یا درمیان میں دونوں خطبوں کے یا خطبہ اور نماز جمعہ کے درمیان میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ جو مکروہ ہے خطیب کو ممانعت لازم ہے۔ (۸) امام کے خطبہ شروع کرتے وقت سے تمامی نماز تک کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے دینی ہو یا دنیوی یہانتک کہ اذان ثانی کی اجابت یا دعاء وسیلہ کا پڑھنا مگر مولوی عبدالحی صاحب نے اس آخری بدعت سے اس بنا پر اختلاف کیا ہے کہ معاویہ سے اس فعل کا ہونا ثابت ہے (دیکھو شرح ہدایہ محشی صفحہ ۱۵۲ شرح وقایہ صفحہ ۲

یہاں پر دو بدعتیں حاشیہ شرح وقایہ سے بھی لکھتا ہوں جو تحشیہ مولوی عبدالحی صاحب چھپی ہے کہ عشرہ کی تعداد پوری ہو جائے (۹) سنت یہ تھا کہ لوگ خطیب کے روبرو بیٹھیں خواہ وہ داہنی طرف ہو یا بائیں طرف مگر رسم یہ جاری ہو گیا ہے کہ لوگ قبلہ رو بیٹھتے ہیں (۱۰) خطبہ میں عصا پر تکیہ کرنا سنت ہے مگر اس زمانہ کے خطیبوں نے یہ قاعدہ نکالا ہے کہ جسطرح نماز میں (اہل سنت) ہاتھ باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اوسیطرح خطیب خطبہ کہتے وقت ہاتھ باندھ لیتے ہیں حالانکہ چاہیئے کہ اگر عصا وغیرہ ہاتھ میں ہو تو دونوں ہاتھ کھلے رہیں صفحہ ۲ شرح وقایہ (۱۱) یہ بھی بدعت ہے جو اکثر شہروں میں جاری ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان میں کہتے ہیں الصلوۃ الصلوۃ سنۃ رسول اللہ یہ جملہ استحسان متقدمین ومتاخرین دونوں سے خارج ہے شرح وقایہ صفحہ ۱۶۶ یہ کل کلام مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے رسائل وحواشی سے لیا گیا ہے۔

ان بدعتوں کے دیکھنے سے اچھی طرح اس حدیث کی تصدیق ہو جاتی ہے جو حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ کیونکہ آپنے دیکھا حضرت عثمان نے ایک بدعت قائم کی تھی

کہ دوسری اذان دلوائی اب اونکے پیروں نے اسپر کسیقدر بدعتوں کی بھرمار کردی سے
بنیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد - زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ یہی علت ہے کہ شارع اسلام نے
بدعتوں کے بارے میں اسقدر تاکید فرمائی ہو کہ خبردار خبردار تم کوئی بدعت نہ کرنا کہ ہر قسم کی بدعت
گمراہی ہی مگر حضرت کے بعد والے فرمانرواؤں نے اسپر کچھ خیال نہ کیا اور اپنے دل سے ہزاروں
باتیں اس قسم کی پیدا کیں جو بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص نے نیا نیا
رواج قایم کرنا شروع کردیا جس سے اصلی سنت رسول اللہ (جیسا کہ مضمون حدیث بھی ہی کہ رواج
بدعت سے سنت محو ہوتی ہے) تو متروک ہوگئی اور اون بدعتوں نے اتنا رواج پایا کہ اب کسیطرح مٹائی
مٹ نہیں سکتیں -

یہی سبب ہے کہ فرقہ اہل حدیث جو وہابی کہلاتے ہیں ہرچند اس بارے میں کوشش کررہے ہیں مگر
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا آبائی رسم و رواج جسپر پشتہا پشت گذری کسیطرح نہیں دفع ہوتی نہ حدیثیں مانی
جاتی ہیں نہ قرآن نہ اقوال آئمہ دین یہی سبب ہے کہ فرقہ شیعہ میں ابتدا سے یہ قید رکھی گئی ہے کہ
کسیطرح امور دینی میں نہ وہ روایتیں لیجائیں جو خاندان رسالت کے حلقہ سے خارج ہوں نہ
اُن احکام پر عمل کیا جاوے جو اس طریقہ سے باہر ہوں اگرچہ اونکے جاری کرنے والے کیسے ہی لوگ
ہوں اسی کا اثر ہے کہ اس فرقہ کی اذان انکی نماز انکے کل افعال و اعمال مذہبی ایسے سادے
طور پر برتے جاتے ہیں کہ نہ اونمیں کوئی بدعت پائی جاتی ہے نہ کوئی امر خلاف شرع جسکی اصلاح
کی ضرورت اونکے علماء دین کو پڑے اور عوام و خواص میں جنگ قایم ہو کیونکہ انکے آئمہ اثنا عشر
علیہم السلام نے اسطرح انکی تعلیم کی ہے اور احکام شرعی کو سکھایا ہے کہ اسطرح کے اختلافات
کی گنجائش ہی نہ رہی -

نواں تغیر

بربنیاد اوس روایت کے ہے جو " السّلام علیک یا امیر المومنین حی علی الصّلوٰۃ حی علی
الفلاح " کی نسبت حضرت عثمان کیطرف کی گئی ہی - کہ اونکے حکم سے موذن بعد اذان کے
مکان خلیفہ پر آتا اور یہ ندا دیتا جو اسکے بعد خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ تک
یہی دستور جاری رہا - (دیکھو چوتھا تغیر)

دسواں تغیر

یہ ہوا کہ حضرت عثمان کے زمانہ سے موذنوں کا مشاہرہ مقرر ہوا۔ اسکے قبل اسکا کوئی دستور نہ تھا اسیوجہ سے اسکو اولیات حضرت عثمان میں شمار کیا ہے۔ دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۷ و ۱۲۱ حالانکہ موذن کا مشاہرہ مقرر کرنا یا اوسکو اجرت دینا یا اُسکی اجرت لینا حکم رسول اللہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ سنن ابو داؤد میں ہے

عثمان بن ابی العاص قال قلت یارسول اللہ اجعلنی امام قومی قال انت امامھم واقتد باضعفھم واتخذ موذنا لا یاخذ علی الاذان اجرا — امام الکلام صفحہ ۱۷۰

عثمان بن ابی العاص کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کسی قوم کا امام بنا دیجیے تو حضرت نے فرمایا تو اون کا امام ہے۔ جو سب سے ضعیف ہو اوسکی پیروی کر اور اوس شخص کو موذن مقرر کرنا جو اذان کہنے پر اجرت مزدوری نہ لے

اس حدیث سے بصراحت معلوم ہوا کہ اذان کی اجرت لینا یا دینا حضرت کی مرضی اور اجازت کے بالکل خلاف ہے۔ اور اگر حضرت عثمان نے اسکو نہ رائج کیا ہوتا تو آجتک شاید وہی سنت رسول اللہ قایم رہتی۔ اور یہ خرابیاں پیدا نہوتیں جو اس تعیین وظائف سے مسجدیں خراب اور غیر آباد رہتی ہیں۔ کیونکہ جب منجملہ مکاسب کے اذان کی اجرت بھی حلال و جائز ہوگئی تو ہر شخص کی اسکی خواہش ہونے لگی جہاں مسجد کے متعلق کوئی وقف تھا یا بانی مسجد متمول تھا وہاں موذن مقرر ہوا اور جہاں یہ باتیں نہ ہوئیں وہ مسجدیں غیر آباد قرار پائیں اگرچہ شیخین کے خود بھی اذان نہ دینے سے اسکی وقعت میں بہت کمی ہو چلی تھی مگر موذنوں کی رہی سہی عزت کو اس وظیفہ نے اور بھی کم کر دیا کیونکہ عرب میں اس قسم کے وظائف ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھے جاتے ہیں۔

اسی تعیین وظائف ہی کے نتائج سے وہ حکایتیں ہیں جو حمص و اہل حمص کے احوال میں مذکور ہیں کہ ایک سیاح نے دیکھا موذن اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ نہیں کہتا اسکی وجہ اُسنے دریافت کی تو معلوم ہوا موذن اذنوں رخصت پر ہے اوسکی عوض

ایک یہودی خدمت اذان پر مامور رہے جسنے پہلی ہی شرط کرلی تھی کہ میں یہ جملہ نہ کہونگا جو میرے مذہب اور عقیدہ کے خلاف ہے۔

اس حدیث سے دوسرا فائدہ یہ نکلا کہ جو طریقہ شیعونکے یہاں اجازہ پیش نمازی کے بارے میں جاری ہے اوسکا مطابق سنت ہونا ثابت ہوا کیونکہ عثمان ابن ابی العاص نے حضرت سے اسکی خواہش کی کہ مجھے کسی قوم کا امام مقرر کیجیے۔ تو اب جو لوگ برخلاف اسکے اقتدا میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر کس و ناکس کی اقتدا کرلیتے ہیں وہ اس سنت رسول کے خلاف کرتے ہیں۔

اس خلافت میں جہاں بہت سی سنتیں بدلی ہیں وہاں عیدین کے خطبہ میں بھی تغیر ہوا کہ قبل از نماز خطبہ ہونے لگا حالانکہ اسکے قبل عہد رسول تک بلکہ اوسکے مابعد عیدین میں یہی دستور تھا کہ خطبہ بعد نماز ہوا کرتا[۱]

اس خطبہ کے متعلق ایک یہ روایت بھی دیکھی گئی ہے کہ بعد حصول خلافت عثمان جب خطبہ کہنے منبر پر تشریف لیگئے تو انکی زبان بند ہوگئی اور رعب چھا گیا جس سے کچھ خطبہ نہ کہہ سکے تب جھکر منبر سے اوتر پڑے مگر کہ ابوبکر و عمر اس کام کیلیے پہلے سے تیار ہو رہے تھے اب تمکو ایسے امام کی زیادہ ضرورت ہے جو بعدل و انصاف رفتار کرے بہ نسبت اسکے کہ وہ بڑا خطیب ہو اور آیندہ تمکو ویسے ہی خطبے سننے میں آئینگے''

خلافت جناب امیر المومنین علیہ السلام

اکثر مورخوں کے نزدیک جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ السلام کو ایک زمانہ و اگیا ہے جبکہ انکی خلافت بعض بعض ممالک اسلامیہ میں قبول کی گئی اسی وجہسے ہمنے بھی حضرت کا نام لیا۔ مگر اس عہد کے حال میں کوئی ایسا امر نہ ملا جسکو کوئی متنفس بھی حضرت کے اولیات میں شمار کرے۔ کیونکہ حضرت کی خلافت کا زمانہ ابتدا سے انتہا تک اسی میں صرف ہوا کہ کسیطرح رسول اللہ کی مٹی ہوئی سنتیں اپنے اصلی مرکز پر آجاویں اور بدعتیں موقوف ہوں مگر چوبیس برس کی کارروائیاں ایسی ہلکی نہ تھیں کہ اس تین چار برس کی کوشش میں مٹ سکیں انکے

[۱] دیکھو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی صفحہ ۱۱۲

یہ خلافت عالم آشوب بغاوت میں ختم ہوگئی اور کوئی بدعت نہ مٹ سکی۔

یہی سبب ہے کہ مجھے کوئی ایسا تاریخی واقعہ نہیں ملتا جس سے اذان کے متعلق کوئی نیا اضافہ معلوم ہو۔ اور اوسکے درج کرنے سے یہ رسالہ مزین کیا جائے۔ مورخوں نے اون احکایات کے چھپانے کی بھی کوشش کی جو حضرت خلفاے اسبق کی جدید ترمیموں کے بارے میں صادر فرماتے تھے لہذا اور بھی کچھ نہیں مل سکتا کیونکہ روایات شیعہ میں اس قسم کے بہت سے مضامین ہیں مگر اونکا یہاں پر لکھنا اس رسالہ کے اصول مقررہ کے خلاف ہے۔

ہاں مگر مذہبی کتابیں جنمیں ہمارے خدا و رسول کے احکام لکھے جاتے ہیں ہمکو بتاتی ہیں کہ خود حضرت علی مرتضیٰ کا نام قرآن مجید میں اذان ہے جسکے بعد پھر زیادہ تفحص کی ضرورت نہیں رہتی۔ کتاب ینابیع المودۃ[1] میں ہے۔ وفی تفسیر قولہ تعالیٰ فاذن موذن بینہم یقول ان لعنۃ اللہ علی الظالمین وتفسیر واذان من اللہ ورسولہ الحاکم ابوالقاسم الحسکانی اخرج بسندہ عن محمد بن الحنفیۃ رضی اللہ عنہ عن ابیہ علی کرم اللہ وجہہ قال انا ذالک المؤذن الحاکم بسندہ عن ابی صالح عنہما انہ قال علی رضی اللہ عنہ فی کتاب اللہ اسماء لا یعرفہا الناس منہا فاذن موذن بینہم یقول ان لعنۃ اللہ علی الظالمین ای الذی کذبوا بولایتی واستخفوا بحقی۔ وفی المناقب عن جابر الجعفی عن الباقر علیہ السلام قال خطب امیر المومنین صلوات اللہ علیہ بالکوفۃ عند انصرافہ من النہروان وبلغہ ان معاویۃ بن ابی سفیان سبہ ویقتل اصحابہ فقام خطیبا الی ان قال وانا المؤذن فی الدنیا والاخرۃ قال اللہ عز وجل فاذن موذن بینہم یقول ان لعنۃ اللہ

[1] اس کتاب کا نام ینابیع المودۃ لذی القربیٰ ہے۔ اور مصنف علام کا نام شیخ سلیمان حسنی حنفی نقشبندی قندوزی بلخی ہے معروف بخواجہ کلاں جو سنہ ۱۲۲۰ میں متولد ہوئے اور سنہ ۱۲۹۴ میں بمقام قسطنطنیہ انتقال کیا۔ اس کتاب کی تصنیف حسب حکم سلطان عبدالعزیز خاں ہوئی جو سلطان روم تھے جتنی کتابیں فضائل و مناقب اہلبیت اطہار میں علماء اہلسنت نے آجتک تصنیف کیں اون سبکا خلاصہ اسمیں درج ہے لہذا یہ کتاب اہلسنت میں نہایت درجہ معتبر و معتمد ہے ۱۲ راقم

علی الظالمین انا ذالک المؤذن فی الدنیا والاخرۃ وقال عزوجل واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر فانا ذالک الاذان عن محمد بن الفضل عن احمد بن عمر الحلال عن ابی الحسن موسیٰ علیہ السلام قال المؤذن امیرالمومنین علی صلوات اللہ علیہ یؤذن اذانا یسمع الخلایق والدلیل علیٰ ذالک واذان من اللہ ورسولہ قال امیرالمومنین انا ذالک الاذان - یعنی قرآن میں جو آیہ فاذن موذن وارد ہے اس سے مراد علی بن ابی طالب ہیں جو کہینگے کہ لعنۃ اللہ علی الظالمین مراد ظالموں سے وہ لوگ ہیں جو تکذیب کرینگے آپکی ولایت کی اور استخفاف کرینگے حضرت کے حق کا پس دنیا و آخرت میں لعنت ہے - راوی اسکے امام حاکم ہیں اور ابو صالح سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ قرآن مجید میں میرے چند نام ہیں جنکو لوگ نہیں جانتے اون ناموں سے ایک نام موذن ہے - اور جابر سے روایت ہے کہ جب حضرت علی نے جنگ نہروان سے فراغت پائی اور اونکو یہ خبر پہونچی کہ معٰویہ بمقام شام حضرت کو گالی دیتا ہے اور آپکے دوستوں کو قتل کرتا ہے تو آپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں وہ موذن ہوں دنیا و آخرت میں جسکی خبر دی خدا نے آیہ فاذن موذن میں کہ لعنت کرینگے ظالموں پر دنیا و آخرت میں جیسا کہ خدا نے سورہ برات میں فرمایا اذان من اللہ ورسولہ کہ میں ہی وہ اذان ہوں - دوسری روایت میں بھی اسی آیہ سے سند لائی گئی ہے کہ وہ موذن جناب امیر ہیں جنکی آواز تمام خلائق سنیگی - جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ اذان من اللہ کہ مراد اس سے علی علیہ السلام ہیں -

اس مضمون کی طرف سابقاً کچھ اشارہ ہوا ہے کہ سورہ برات لیکر پہلے شیخین تشریف فرما ہوئے تھے مگر بموجب حکم خدا حضرت نے جناب امیر کو اس کام پر متعین کیا اور آپنے جاکر شیخین سے سورہ برات لے لیا اور مکہ جاکر اوس حکم کی تعمیل کی - شیخین راہ سے واپس آئے اور خدمت رسول میں عرض کیا کیا کوئی آیہ میرے بارہ میں نازل ہوا ہے ؟ تو حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ حکم خدا تو یہی نازل ہوا کہ یا خود تعمیل کروں یا علی -

پس جب بتصریح ان احادیث جلیلہ کے جناب امیرالمومنین کا نام ہی قرآن میں اذان ہے تو اب اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا کہ حضرت کا نام مبارک کسطرح داخل اذان ہوا جسطرح مخالفین اسلام کو کوئی حق اسکا نہیں ہے کہ اشہد ان محمد ارسول اللہ کے جزو اذان ہونے پر معترض ہوں اسیطرح مخالفین علی مرتضی کو بھی کوئی حق نہیں کہ اسپر معترض ہوں۔

اس جملہ کا ذکر یہاں صرف اس غرض سے کیا گیا ہے کہ اس تاریخ میں آپکو آیندہ چلکر معلوم ہوگا کہ اسلامی سلطنت پر جملہ حی علی خیر العمل اور اشہد ان امیر المومنین علیاً ولی اللہ نے کیا اثر ڈالا ہے اور کیسا کیسا خونی طوفان اسکی بدولت قائم ہوا جو آجتک ہکو تہ و بالا کئے ہے مصر کی سلطنت و خلافت بغداد کو انہیں جملوں کے اختلاف باخود ہانے تباہ کیا۔

دورہ خلافت رابعہ

جس معنی سے تین خلافتیں پہلے قائم ہوئیں اوس معنی سے چوتھی خلافت معاویہ بن ابو سفیان ہی کی ہو سکتی ہے کیونکہ اصول خلافت چار ہیں۔ بیعت اہل حل و عقد۔ استخلاف خلیفہ سابق جو عمر میں پایا گیا۔ شوری جس سے عثمان خلیفہ ہوئے۔ قہر و استیلا جس سے معاویہ کو خلافت ملی۔

جس زور سے اوس زمانہ میں یہ خلافت قائم کی گئی۔ آجتک اسکا وہی زور و شور ہے۔ باغی خارجی کے خطاب دینے کے بعد بھی یہ خلافت حق مانی جاتی ہے۔ ۲۰ برس تک اسی کا زور برائے نام کی ماتحتی میں تھا اور بیس برس بالاستقلال خلافت اسی ہاتھ میں رہی جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ شریعۃ محمدی پر اسکا کیا اثر پڑا ہوگا۔

لہذا اس خلافت میں اذان کے متعلق چند تغیرات ہیں اور چند واقعات جنکو بالاجمال لکھتا ہوں

گیارہواں تغیر

یہ ہوا کہ معویہ نے حکم دیا موذن بعد اذان اوسکو یوں پکارے السلام علیک یا امیرالمومنین ورحمۃ اللہ کتاب الاوائل عسکری اور تاریخ الخلفا علامہ سیوطی میں ہے بذیل ذکر اولیات معاویہ

واول من قیل لہ السلام علیک یا امیرالمومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ یرحمک اللہ ص۱۳۶

ص۱۳۲ تاریخ الخلفا

یہ تغیر بھی وہ ہے جس میں بھی کچھ اختلاف کے ساتھ مذکور ہوا کہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ بھی اسمیں حصہ لیں چوتھے حصہ دار اسکے مغیرہ بن شعبہ بھی ہیں کہ اونہوں نے ایسا حکم دیا۔ مگر جنداں صحیح نہیں دیکھو تحقیق عجیب صفحہ

بارہوان تغیر

سیرت حلبیہ میں ہے کہ سب سے پہلے معٰویہ نے اس کا حکم دیا کہ موذن درمیان اذان و اقامت کے آکر یون کہے حی علی الصلوٰۃ کیونکہ رسول اللہ کے عہد میں یہ دستور تھا کہ موذن الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتا۔

مگر یہ تغیرات علحدہ علحدہ برابر مذاق محدثین ہیں۔ ورنہ تغیر نمبر ۴-۹-۱۱-۱۲ ایک ہی معلوم ہوتا ہے جسکی ابتدا عہد خلیفۂ دوم سے ہوئی۔ بعد اونکے ہر خلیفہ نے اپنے اپنے عہد میں اسکی تجدید کی جسکو محدثون کے اختلاف نے اس حد تک پہونچایا۔

تیرہوان تغیر

عید کے لیے بھی اذان مقرر کی حالانکہ اسکے قبل عیدین میں صرف الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی ندا دیجاتی تھی سعید بن مسیّب راوی ہیں کہ اول جسنے عید میں اذان کا احداث کیا وہ معاویہ ہے یہ اضافہ حقیقت میں کچھ برا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نماز عید حال کی تحقیقات میں مسلمانون کا سالانہ کانفرنس ہے جس میں نزدیک پاس کے سب لوگ جمع ہوجاتے ہیں۔ اور جنکو نماز کی عادت بھی نہیں ہوتی وہ بھی شریک ہوجاتے ہیں ایسی نماز کا بلا اذان رہنا بیشک برا معلوم ہوا ہوگا خصوصًا ایسے خلیفہ کو جو تفہیم و استیلا خلیفہ بنا۔ حضرت عثمان نے جو سفر حج میں بمقام منی دو رکعتی نماز کو چار رکعتی بنایا اور صحابہ نے اعتراض کیا تو یہی جواب دیا کہ حج میں دور دراز ملکوں کے لوگ آتے ہیں اگر وہ خلیفہ کو دو رکعت نماز پڑھتے دیکھینگے تو ممکن ہے اونکو یہ شبہ پیدا ہو کہ اصل دو ہی رکعت ہے اسلیے میں نے چار رکعت کردی۔ یہی جواب معٰویہ بن ابوسفیان کیطرف بھی ہو سکتا ہے۔ جو ایک ہی خاندان کے دو ممبر ہیں۔

صحیح ہے کہ حکم رسول اللہ یونہی تھا کہ صرف الصلوٰۃ کی ندا دیجائے بجائے اذان کے مگر معٰویہ کے نزدیک یہ فروگذاشت قابل ترمیم قرار پائی لیکن افسوس کہ خود علماء اہل سنت نے بھی آیندہ زمانہ میں اسکی بدعت کا حکم نافذ کر دیا۔

لئے تیار نہیں ہوں کہ یہ بدعت کب سے ہوئی۔ اس بدعت کی موقوفی کب ظہور پذیر ہوئی۔ اور
ہوئی۔ مگر قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے بنی عباس نے اپنے عہد
ت کو موقوف کیا ہے

بجائے اذان ثانی جمعہ اس اضافہ کے موجد ہوئے ہوتے اور عید کیلئے مقرر کرجاتے
تو شاید ت کے کسی متنفس کو اسمیں اختلاف نہوتا۔ حالانکہ قاعدہ سے اس سنت معٰویہ سے بھی
اختلاف کرنا مناسب نہیں کیونکہ الصّحابۃ کلّھم عدول میں معویہ بھی داخل ہیں مورخوں
نے حضرت عثمان کے اوس احداث تقدیم خطبہ عیدین معویہ و مروان کو بھی شریک کیا ہے
مگر یہ اختلاف بلا وجہ ہے کیونکہ معویہ نے اوسپر اسقدر اضافہ کیا ہے کہ جو خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا تھا اوسکو
بیٹھکر پڑھنا رائج کیا کیونکہ اونکا لحم وشحم اور فربہی مانع تھی اس سے کہ کھڑے ہو کر پڑھیں -
یہاں مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ معویہؓ سے منبر پر بلا ایک ضرطہ صادر ہو گیا جسپر فوراً یہ خطبہ
انشا کیا۔ الحمد للہ الذی جعل خروج الریح راحۃ جسپر بعض حضار جلسہ نے کہا لکن
علی المنبر قباحۃ و وقاحۃ مگر مجھے ایسی گندہ باتوں سے نفرت ہے کیونکہ اسطرح کا واقعہ
اوروں کو بھی پیش آسکتا ہے جیسا کہ حضرت خلیفہ دوم کے حال میں لکھا ہے تو ایسے امور کو درج
تواریخ کرنا باعث تاریخ کھونا ہے -

معویہ درحقیقت اون خوش قسمت اور با اقبال خلفا میں شمار کئے جانیکے لائق ہیں کہ جنکے احکام مثل
احکام خدا و رسول قبول کئے جاتے ہیں - کیونکہ اوس زمانہ میں ہزار ہا صحابہ و تابعین موجود تھے
مگر معویہ تبدیل احکام شریعت میں ایسا دلیر تھا کہ بلا روک ٹوک کسیکے جب چاہتا اور جو امر چاہتا کر گذرتا
چنانچہ ایکدفعہ جب جنگ صفین کیلئے شام سے برآمد ہوا تو چہارشنبہ کے روز نماز جمعہ پڑھ دی اور
سب نے اقتدا کی۔ دیکھو تاریخ کامل صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر -

معٰویہ کے اولیات میں حافظ سیوطی نے عدد تکبیر کے کم کرنے کو بھی لکھا ہے مگر میں اوسکی تفصیل
نہیں بیان کرسکتا کہ کونسی تکبیر و نمیں کمی کی کیونکہ نماز جنازہ میں چار تکبیروں کا قایم کرنا تو خلیفہ
دوم کی طرف منسوب ہے شاید نمازوں کی تکبیریں مراد ہوں جس سے یہاں بحث کرنا
خارج از مبحث ہے -

السلام علیک یا رسول اللہ کی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ ... تاریخ کامل

واقعات

اب ہم چند واقعہ اس اذان کے متعلق لکھتے ہیں جو بزمانہ معویہ واقع ہوئے - اور مورخون نے بہت بچ بچا کر اونکو لکھا ہے -

پہلا واقعہ

المنهال بن عمرو ان معویہ سال الحسن ان یصعد المنبر فیخطب فصعد فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فسابین له نفسی بلدی مکة ومنی وانا بن المروة والصفا وانا بن النبی المصطفی وانا بن من علا الجبال الرواسی وانا بن من کسا محاسن وجھه الحیا انا بن فاطمه سیدة النسا انا بن قلیلات العیوب نقیات الجیوب واذن المؤذن فقال اشھد ان لا الٰه الا اللہ واشھد ان محمد ارسول اللہ فقال یا معویه محمد ابی ام ابوك فان قلت لیس بابی فقد کفرت وان قلت نعم فقد اقررت ثم قال اصبحت قریش تفتخر علی العرب بان محمد امنها واصبحت العجم تعرف

منہال بن عمر راوی ہے کہ معویہ نے امام حسن ع سے خواہش کی کہ منبر پر جا کر کچھ بیان کریں - حضرت امام حسن نے بعد حمد وثنا فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے جو نہ جانتا ہو اوسکو میں بتاتا ہوں کہ میرا وطن مکہ ومنی ہے — اور میں فرزند (صاحب) مروہ وصفا ہوں - میں فرزند نبی مصطفی ہوں - میں فرزند ہوں فاطمہ سیدۃ النسا کا - میں فرزند ہوں اون کا جو ہر عیب ونقص سے مبرا اور پاک وپاکیزہ ہیں - ابھی حضرت کا خطبہ یہیں تک پہونچا تھا کہ موذن نے اذان شروع کی جب اوسنے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو جناب امام حسن نے فرمایا اے معویہ بتا یہ محمد تیرے باپ ہیں یا میرے؟ اگر تو نے انکار کیا اونکے میرے باپ ہونے سے تو کافر ہوا اور اگر اقرار کیا تو قائل ہوا

تعجب ہے کہ قریش کو تو یہ فخر ہے کہ محمد ہمسے ہیں اور عرب کو اسوجہ سے عجم پر فخر ہے - اور عجم اسوجہ سے فخر عرب کے معترف ہیں ہمارے حق کو لوگوں

حق العرب بان محمد امنها یطلبون طلب کرتے ہیں۔ مگر ہمارا حق ہمکو نہیں
حقنا ولا یردون الینا حقنا ملتا۔

اس خطبہ میں چند فقرے ایسے ہیں کہ انکی شرح ضروری تھی مگر بخوف طول و ملال ناظرین اختصار کرتا ہوں آیندہ کسی موقع پر اسکی شرح کیجائیگی۔

اس قسم کی فرمایش معویہ نے جو امام حسن سے کی اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ جناب امام حسن بوجہ حسن اخلاق بہت کم سخن تھے عمرو عاص مغیرہ وغیرہ نے معویہ پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ مجمع عام میں امام حسن کو قدرت کلام نہیں ہے۔ اسلئے اگر برملا خطبہ کہلوایا جائیگا تو انکا عجز تمام عالم پر ظاہر ہوگا اور سب جان جائینگے کہ انمیں خلافت کی قابلیت نہیں تو یہ عیب کہ بزور خلافت لی ہے کچھ کم ہوجائیگا۔ اسیوجہ سے اکثر کتب تواریخ و کتب احادیث میں حضرت کے ایسے خطبے منقول ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ عقل معویہ سے بہت مستبعد ہے کہ جناب امام حسن سے اسکی فرمایش کرے کہ خطبہ کہیں۔ مگر اصلی غرض وہی تھی کہ لوگوں پر حضرت کی عاجزی ظاہر ہو کیونکہ قادر الکلامی بھی خلافت کے اعلی صفات سے ہے اور بالخصوص عرب میں تو یہ اعلی درجہ کا وصف مانا جاتا ہے۔

اس قسم کے خطبے اور واقعات اگر یہاں مذکور ہوں تو کئی مجلد تیار ہوں کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ معویہ مغیرہ عتبہ وغیرہ نے مل مل کر غلط کیا ہے اور سب کا جواب امام نے دیا ہے صرف ایک خطبہ مختصر وفق الاوراق سے لکھا جاتا ہے جو تفریح طبع کے لئے کافی ہے۔ کہ جناب امام حسن نے کن مختصر الفاظ میں حق و باطل کا فیصلہ کیا ہے۔

ولما قدم معوية المدينة صعد المنبر فخطب ونال من علي رضي الله تعالى عنه فقام الحسن فحمد الله واثنى عليه ثم قال ان الله عز وجل لم يبعث نبيا الا جعل له عدوا من المجرمين فانا ابن علي وانت ابن صخر	جب معاویہ مدینہ میں داخل ہوئے تو منبر پر جاکے خوب گالیاں دیں جناب امیر کو امام حسن کو جب امام حسن نے کھڑے ہوکر حمد و صلوۃ فرمایا خدا نے جب کسی پیغمبر کو بھیجا ہے تو اوسکے لئے بدکاروں سے ایک دشمن بھی بنایا ہے میں فرزند علی ہوں اور تو فرزند صخر تیری ماں ہندہ

وامّك هند وامّي فاطمة
وجدتك قيلة وجدتي خديجة
فلعن الله الأمنا حسبا واخملنا
ذكرا واعظمنا كفرا واشدنا
نفاقا فصاح اهل المسجد -
آمين آمين فقطع معاوية
خطبته ودخل منزله ۱۲ صفحه ۱۱۱

ہے میری ماں فاطمہ زہرا تیری جدہ قیلہ
ہے میری جدہ خدیجہ۔ اب خدا لعنت کرے
اوس پر جو ہم دونوں میں سب سے زیادہ لئیم
ہو نسب میں۔ اور مجہول الذکر ہو۔ اور کفر
اور نفاق میں زیادہ ہو جس پر ہر طرف سے
اہل مسجد نے آواز آمین بلند کی اور معویہ منبر
چھوڑ کر گھر میں جا چھپا۔

دوسرا واقعہ

ودخل الحسین یوما علی یزید بن
معویة فجعل یزید یفتخر ویقول
نحن ونحن ولنا من الفخر والشرف
كذا وكذا والحسين ساكت
فاذن المؤذن فلما قال اشهد
ان محمدا رسول الله قال
الحسین یا یزید جد من هذا
فخجل یزید ولم یرد جوابا -
مستطرف صفحہ ۱۲۱

یعنی ایک روز جناب امام حسینؑ کا ورود
مجلس یزید بن معویہ میں ہوا تو یزید نے اپنے
مفاخر بیان کرنے شروع کئے کہ ہم میں یہ فخر
و شرف ہے ہم لوگ ایسے ہیں ویسے ہیں اور
جناب امام حسینؑ خاموش تھے کہ موذن نے
اذان شروع کی جب اشہد ان محمدؐ
رسول اللہ کہا تو امام حسینؑ نے فرمایا
اے یزید یہ محمد کس کے جد ہیں جس پر یزید شرمندہ
ہوا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

اس واقعہ کو خلافت معویہ سے اس وجہ سے تعلق ہے کہ جناب امام حسینؑ اور یزید کی ملاقات کا زمانہ معویہ کی خلافت تھا۔ بعد فوت معویہ امام حسینؑ شام میں تشریف لے گئے نہ یزید مدینہ آیا جو ملاقات ہوتی چنانچہ موید اسکا وہ واقعہ بھی ہے جو تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جب یزید ہمراہی اپنے باپ معویہ کے وارد مدینہ ہوا تو ایک روز امام حسینؑ اور ابن عباس بغرض ملاقات تشریف لائے اوس وقت یزید مشغول شراب خواری تھا لوگوں نے کہا کہ اگر ابن عباس آئینگے تو بوئے شراب پہچان لینگے لہذا جناب امام حسینؑ تنہا بلائے گئے۔ شراب کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی حضرت نے پوچھا

یہ خوشبو کس چیز کی ہو تو یزید نے جواب دیا یہ عطر ہے جو شام میں بنتا ہو بعدہ ایک پیالہ شراب کا طلب کیا اور پی گیا اور دوسرا پیالہ طلب کیا فقال اسق اباعبد اللہ فقال لہ الحسین علیک شرابک ایہا المرء لا عین علیک منی فقال یزید لعنہ اللہ ؎

الا یا صاح للعجب ۔ دعوتک ذا ولم تجب الی الفتیات والشہوات

والصہباء والطرب ۔ وباطنہ مکللۃ علیہا سادۃ العرب ۔ وفیہن

التی تبلت ۔ فوادک ثم لم تلب ۔ فنہض الحسین وقال بل فوادک یا ابن

معویۃ یعنی کہا ابوعبد اللہ (امام حسین) کو پلاؤ ۔ تو حضرت نے فرمایا مجھپر ترا جادو نہیں چل سکتا اسپر یزید نے چند اشعار کہے کہ میں نے تمہاری دعوت کی شراب و مغنیوں کی طرف مگر تم انکار کرتے ہو امام حسین وہاں سے اوٹھکر چلے آئے ۔

تیسرا واقعہ

تاریخ مروج الذہب مسعودی میں ہے ۔ وفی سنۃ اثنی عشرۃ ومائتین نادی منادی المامون برئت الذمہ من احد من الناس ذکر معاویہ بخیر او قدمہ علی احد من اصحاب رسول اللہ وتکلم فی اشیاء من التلاوۃ انہا مخلوقۃ وغیر ذلک وتنازع الناس فی السبب الذی من اجلہ امر بالنداء فی امر معاویۃ فقیل فی ذلک اقاویل منہا ان بعض سمارہ حدث بحدیث عن مطرف بن المغیرہ بن شعبۃ الثقفی وقد

خلیفہ مامون رشید نے ۲۱۲ھ میں منادی کرائی کہ اوس شخص کو امان نہیں ہو جو معاویہ کو بخیر و خوبی یاد کرے یا کسی صحابی پر اوسکی فضیلت کا قائل ہو جسکی وجہیں مختلف بیان کی گئی ہیں ۔ منجملہ اونکے ایک وجہ یہ ہے کہ بعض مصاحبین مامون رشید نے خبر دی کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے اور زبیر بن بکار نے بھی اپنی کتاب موفقیات میں اسکو لکھا ہے کہ مطرف کا بیان ہے میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ ایک دفعہ معویہ کے دربار میں پہونچا مغیرہ کو چونکہ دوستی تھی معویہ سے

ذكر هذا الخبر ابن بكار في كتابه
الاخبار المعروفة بالموفقيات
التي صنفها للموفق وهو ابن الزبير
قال سمعت المدائني يقول قال
مطرف بن المغيرة بن شعبة وفدت
مع ابي المغيرة الى معاوية فكان
ابي يأتيه يتحدث عنده ثم ينصرف
الي فيذكر عقله ويعجب مما
يرى منه اذ جاء ذات ليلة
فامسك عن العشاء فرأيته
مغتما فانتظرته ساعة وظننت
انه لشيء حدث فينا او في عملنا
فقلت له ما لي اراك مغتما منذ
الليلة قال يا بني اني جئت من
عند اخبث الناس قلت له وما ذا
قال قلت له وقد خلوت به
انك قد بلغت منا يا امير المؤمنين
فلو اظهرت عدلا وبسطت خيرا
فانك قد كبرت ولو نظرت
الى اخوتك من بني هاشم
فوصلت ارحامهم فوالله
ما عندهم اليوم شيء تخافه
فقال لي هيهات هيهات ملك

اسلئے اوسکی آمدورفت برابر وہاں
رہتی تھی اور ہمیشہ اوسکی مدح وثنا
کرتا اور اوسکی عقل وتدبیر کی تعریف
کرتا۔ ایک رات جو معٰویہ کے پاس
سے آیا تو نہایت ہی مغموم ومحزون تھا
کہ مارے رنج کے کھانا بھی نہ کھایا ۔
مجھے گمان ہوا کہ شاید کسی قسم کا
مواخذہ مال ودولت کے متعلق ہے
جس سے مغیرہ کو اسقدر رنج ہے
(کیونکہ مغیرہ منجانب معٰویہ کوفہ وغیرہ
کا حاکم بھی تھا) آخر مینے پوچھا کہ آج
آپ کو کس بات کا اس قدر غم ہے
تو جواب دیا کہ اسوقت میں خبیث ترین
مردمان کے نزدیک سے آتا ہوں (یہ لفظ
بحق معٰویہ کہا گیا ہے) مینے پوچھا آخر کیا
ہوا۔ کہا آج مینے تخلیہ میں معٰویہ سے کہا کہ تیری
کل آرزوئیں پوری ہوگئیں اب تو رحم
کرنا چاہیئے کیونکہ سن تیرا زیادہ ہوا۔ اپنے
برادران بنی ہاشم پر نظر کرو۔ اور
حق [illegible] ادا کرو کہ قسم بخدا اب اونکے
[illegible] جس سے تجھے خوف ہو
معاویہ نے جواب دیا افسوس افسوس
[illegible] (ابوبکر) نے بادشاہی کی اور عدل

اخو تیم فعدل وفعل ما فعل
فو الله ما عدا ان هلك فهلك
ذكره الا ان يقول قائل أبو بكر
ثم ملك أخو عدی فاجتهد و
شمر عشر سنين فو الله ما عدا
ان هلك فهلك ذكره الا ان
يقول قائل عمر ثم ملك اخونا
عثمان فملك رجل لم يكن احد
فی مثل نسبه فعمل ما عمل وعمل
به فو الله ما عدا ان هلك فهلك
ذكره وذكر ما فعل وان اخا هاشم
يصرخ به فی كل يوم خمس مرات
اشهد ان محمدا رسول الله فای
عمل یبقی مع هذا لا ام لك و الله
الا دفنا دفنا وان المامون لما
سمع هذا الخبر بعثه ذلك علی
ان يامر بالنداء علی حسب ما
وصفنا وانشئت الكتب الی
الافاق بلعنه علی المنابر فاعظم
الناس ذالك واكبروه و
اضطربت العامة فاشير عليه
بترك ذلك فاعرض عما كان
هم به مروج الذهب مطبوعه مصر حاشیه کامل جلد ۹

وانصاف سب کچھ کیا مگر مرجانے پر اوسکا
کچھ نام نہ رہا۔ اسیطرح اخ عدی (عمر)
نے بھی ملک و دولت پائی اور سب
کچھ کیا مگر مرجانے پر اوسکا بھی نام مٹ گیا۔
اسیطرح میرے بھائی (عثمان) نے بھی
سلطنت کی حالانکہ نسب میں اوسکا کوئی
ہمسر نہ تھا مگر اوسکے مرنے کے ساتھ نام بھی مرگیا
بخلاف برادر ہاشمی (محمد مصطفیٰ) کے کہ
ہر روز پانچ مرتبہ اوسکا نام پکارا جاتا ہے
اشہد ان محمداً رسول اللہ
اب بتا اس ناموری کا بھلا کوئی مقابلہ
کرسکتا ہے۔ اس عمل کے ساتھ کسکا عمل
باقی رہ سکتا ہے دور ہو دور ہو۔

یہ روایت جب مامون رشید نے سنی تو
حکم دیا کہ اس مضمون کا پروانہ تمام ملک
میں جاری کیا جائے کہ کوئی معاویہ کو بخیر و خوبی
نہ یاد کرے۔ اور منبروں پر لعنت کیجائے
معاویہ پر جس سے تمام رعایا میں عجیب
طرح کی شورش پیدا ہوئی کہ آخر
مامون رشید کو اپنا حکم مسترد کرنا
پڑا۔

اس مضمون کو علامہ شہر ابن آشوب
علیہ الرحمہ نے بھی مثالب میں لکھا ہے مگر

مختصر طور پر چنانچہ اصل عبارت یہ ہے حدث بعضھم قال حضرت عند معاویہ یوماً وقد اذن المؤذن اللہ اکبر فقال معٰویہ مثل ذالک فلمّا قال المؤذن اشھد ان لاّ الہ الا اللہ قال معٰویہ مثل ذالک فلما قال اشھد انّ محمداً رسول اللہ اطرق معٰویہ ثم قال یا بن عبداللہ ما کان اکبر ھمتك قرنت اسمك باسم ربّك صفحہ ۲ ورق ۳۰

راوی کا بیان ہے کہ ایک روز میں معٰویہ کے پاس گیا جب اذان ہونے لگی تو موذن نے کہا اللہ اکبر معٰویہ نے بھی اللہ اکبر کہا اسیطرح اشھد ان لا الہ الا اللہ کو بھی معٰویہ نے دوہرایا جب موذن نے اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہا تو معٰویہ نے گردن جھکالی اور کچھ دیر کے بعد کہا اے پسر عبداللہ (خطاب ہے طرف رسول اللہ کے) کسقدر تیری ہمت بلند تھی کہ تونے اپنے نام کو خدا کے نام سے ملا دیا؟

جو خیال معٰویہ نے یہاں ظاہر کیا ہے وہ ذاتی خیال انکا نہیں ہے بلکہ موروثی ہے کیونکہ ابوسفیان پدر معٰویہ کا بھی ہمیشہ یہی خیال رہا چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قال ابن عباس لقد کنا فی محفل فیہ ابوسفیان وقد کف بصرہ وفیہا علی رض فاذّن المؤذن فلما قال اشھد انّ محمداً رسول اللہ قال ابوسفیان ھھنا من یحتشم قال واحد من القوم لا فقال للہ در اخی بنی ھاشم انظروا این وضع اسمہ فقال علی اسخن اللہ عینك یا ابا سفیان اللہ فعل ذالک بقولہ عز من قائل و رفعنا لك ذکرك

ایک صحبت میں ابوسفیان بھی تھے جب کہ آنکھیں اونکی جاچکی تھیں اور مجمع میں حضرت علی بھی تھے کہ موذن نے اذان شروع کی جب اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو ابوسفیان نے کہا یہاں کوئی غیر تو نہیں ہے ؟ کسی نے جواب دیا کہ نہیں! تو ابوسفیان نے کہا۔ خدا بھلا کرے برادر بنی ہاشم کا (جناب رسول اللہ کی طرف اشارہ ہے) دیکھو کہ اپنا نام کہاں رکھا ہے!! حضرت علی نے کہا خدا تیری آنکھوں کو گرم کرے

فقال ابو سفیان اخزی اللہ عین من قال لیس ههنا من یحتشم	کہ خود خدا نے اونکو یہ عزت دی ہے کہ فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ ابو سفیان نے کہا خدا اوسکی آنکھ گرم کرے جسنے یہ کہا کیا

جلد ۴

کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسکا خوف کیا جائے

امام جاحظ رسالہ مفاخرہ بنی ہاشم و بنی امیہ میں لکھتے ہیں قد عرفنا کیف کان ابو سفیان فی عداوۃ النبی وفی محاربتہ واجلابہ علیہ وغزوہ ایاہ وعرفنا اسلامہ حیث اسلم واخلاصہ کیف اخلص ومعنی کلمتہ یوم الفتح حین رای الجنود وکلامہ یوم حنین وقولہ یوم صعد بلال علی الکعبۃ فاذن (یعنی ہم لوگ جانتے ہیں کہ ابو سفیان کسدرجہ کا دشمن رسول اللہ تھا اور کسطرح لڑائیاں لایا اور کوششیں کیں۔ اور کسطرح لوگونکو آمادہ کیا حضرت کی دشمنی پر اور اسیطرح حضرت بھی کس کس طرح اوس سے جہاد کیا ہمکو اوسکا اسلام بھی معلوم ہے جب اسلام لایا اور اوسکا اخلاص بھی معلوم ہے جو کچھ فتح مکہ کے روز کہا وہ بھی معلوم ہے جب لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھی کہ حضرت عباس سے کہا تمہارا بھتیجا اور نواسہ تو بڑا بادشاہ بن گیا صاحب لشکر [illegible] جو کلمہ روز حنین کہا وہ بھی معلوم ہے (الا ان بطل سحر محمد کہ اسوقت تو محمد کا جادو باطل ہو گیا) اور وہ کلمہ بھی معلوم ہے جو ابو سفیان نے اوسوقت کہا کہ حضرت بلال بالائے خانہ کعبہ اذان کہی۔

اسوقت وہ [illegible] تحقیق ہمارے پاس نہیں ہے جس سے اس مطلب کی تفصیل بیان کرسکوں روضۃ الصفا حاضر ہے اوسکی یہ عبارت ہے چون وقت نماز پیشین درآمد حضرت مقدس نبوی بلال را امر فرمود تا بر بام کعبہ بانگ نماز گفت چون مشرکان آواز بلال شنیدند بعضے از ایشان مثل ہشام پسر ان ابوجہل وحکم بن ابو العاص (عم عثمان و پدر مروان) سخنان ناسزا گفتند ابو سفیان بن حرب کہ درمیان ایشان بود گفت من بارے ہیچ نمی گویم دگمان می برم کہ اگر من سخنے بگویم این سنگ ریزہ ہا محمد را خبر دہند جبرئیل نازل شدہ از مقالات آن طبقہ رسول اللہ را خبر گردانید رسول آنجماعت را طلبیدہ با ہر یک بیان فرمودہ کہ تو چہ گفتی ایشان منفعل شدہ زبان

بکلمہ توحید گویا گردانید ابوسفیان گفت اما انا فما قلت شیئا یا رسول اللہ فضحک النبی صفحہ ۱۷۸ جلد دوم

اور مدارج النبوۃ میں ہے و در روایتی آمدہ کہ ابوسفیان بن حرب نیز دران جماعت بود کہ سخنان ناسزا گفتند کہ ہرچہ گوییم گمان می بریم کہ این سنگریزہا محمد را ازان واقف گردانند و چون آنحضرت بان جماعت گفتہای ایشانرا بر روے ایشان گفت ابوسفیان عرض کرد کہ من ہیچ ازین حرفہا نگفتہ ام حضرت تبسم فرمود و تصدیق نمود اگر این روایت صحیح است معلوم می شود کہ ایمان در دل وے در آمدہ و اسلام وے حسن پذیرفتہ بود و از مسلمہ فتح بعضے گفتہ اند حسن اسلامہ و در بعضے اختلاف کردہ اند و بر ہر تقدیر ایشانرا مولفۃ القلوب گفتہ اند و معنی این لفظ و معاملہ ایشان در غزوہ حنین و قسمت غنائم آن و اضح خواہد گشت و معاویہ پسر وے نیز از مسلمہ فتح است و از مولفۃ القلوب و بعضے گفتہ اند کہ اسلام وے پیش از پدر است و پیش از آنکہ آنحضرت بمکہ در آید و گویند کہ در راہ مکہ بحضرت رسید و اسلام آورد جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ تعجب ہے کہ جس کلام پر ابوسفیان کے جاحظ کو اوسکے اسلام میں کلام ہو رہا ہے اوسکو محقق دہلوی ایمان کی ایک ضعیف دلیل بتا رہے ہیں۔ حالانکہ خود اونکا کلام اور حضرت کا تبسم بتا رہا ہے کہ یہ سکوت اور یہ اسلام کیسا ہے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے وہ کلمات ناسزا کہے وہ سب آخر میں مشرف بہ اسلام ہوئے مگر یہ ابوسفیان اپنی حالت پر باقی رہا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے فخرج علیہم النبیؐ فقال لقد علمت الذی قلتم ثم ذکرہ ذلک لہم فقال الحارث وعتاب نشہد انک رسول اللہ واللہ ما اطلع علی ھذا احد کان معنا فنقول اخبرک صفحہ ۹۷ جلد ۲

بخلاف ابوسفیان کے کہ وہ بھی اسے جانتا تھا مگر اسلام نہ لایا۔ یہ نفاق اوسکا تادم مرگ باقی رہا چنانچہ خود اوسنے حضرت عثمان سے اونکے ابتداے خلافت کے زمانہ میں کہا یا بنی امیۃ — تلقفوھا تلقف الکرۃ فوالذی یحلف بہ ابو سفیان ما من عذاب ولا حساب ولا جنۃ ولا نار ولا بعث ولا قیامہ اے بنی امیہ اس خلافت کو باخود دا تقسیم کرو جیسا کہ میدان میں گیند لے لیا جاتا ہے کہ قسم اوسکی جسکی قسم کھاتا ہے ابوسفیان نہ عذاب ہے نہ حساب نہ جنت ہے نہ نار نہ بعث ہے نہ قیامت۔

جو صریحی دلیل اسکے کفر و نفاق کی ہے چنانچہ مدارج النبوۃ وغیرہ میں بھی اسکی تفصیل موجود ہے مگر تعجب ہے معویہ بن ابو سفیان سے جو اسی نبوت و رسالت کی خلافت کا مدعی ہے اور اسطرح رسالت کر رہا ہے کہتا ہے کسقدر ہمت تیری بلند تھی اے پسر عبد اللہ کہ تو نے اپنا نام خدا سے ملا دیا جو صریحی دلیل اسکی ہے کہ اوسکو حضرت کی نبوت کا اقرار نہ تھا۔

اسپر بھی جو احکام معویہ اس شریعت محمدیہ کے بارے میں قبول کئے جاتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے جیساکہ سابقاً تحریر ہوا ہوا کہ معویہ نے اس اذان کے متعلق کتنے تغیرات کئے۔

خلافت یزید بن معاویہ

اس خلافت میں مجھے اذان کے متعلق کوئی نیا تغیر نہیں ملا۔ مگر اذان کا تعلق بھی اس سے نہیں چھوٹا۔

پہلا واقعہ

بروز عاشورہ ہے کہ جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور ۵۰ سے پچاس سے زیادہ شہدائے کربلا شہید ہو چکے

قال ابو ثمامہ الصیداوی یا سیدی صل بنا صلوٰۃ الظہر والعصر فانا نراہا آخر صلوٰۃ نصلیہا معك فلعلنا نلقی اللہ علی اداء فریضتہ فاذن واقام فقاموا فی الصلوٰۃ وتقدم ... ن السہام الیہم فقال یا ویلکم الا تقفون عن الحرب حتی نصلی فلم یجبہ احد الا الحصین بن نمیر قال یا حسین ان صلوتك لا تقبل فقال لہ حبیب بن مظاہر اذ لم تقبل صلوٰۃ ابن رسول اللہ

تو ثمامہ صیداوی نے خدمت امام میں عرض کی یا حضرت ظہر و عصر کی نماز پڑھ لیجئے کہ ہم اس نماز کو آخر صلوٰۃ سمجھتے ہیں جو آپ کے ساتھ پڑھی جائے کہ خدا سے جو ملاقات ہو تو اسی حالت میں کہ فریضہ سے فارغ ہوں۔ پس اذان کہی اور اقامت۔ اسکے بعد نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ کفار تیر چلا رہے تھے۔ کہا کہ تم لوگ ٹھہر جاؤ نماز پڑھ لینے دو مگر کسی نے اسکا جواب نہ دیا مگر حصین بن نمیر نے جواب دیا کہ اے حسین تمہاری

...بتعاب ... بگوید کہ
...وایت میکنند کہ
...پناہ منافقان بود
...بازکہ اسلام اورا
...بلت منسوب بانو
...روایت کردہ شد
...تحسین کہ ابوسفیان
...امیر المومنین عثمان
...بعد خلافت بوی
...اعنی ولعنت گردید
...وقت بسوے او
...وعدی پس
...او تا وان نبی آید
...ستاان عمر ملک
...من یا ام جنت را
...الخ مدارج النبوۃ
...دوم صفحہ ۲۲۶
...مطبع ناصری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بل
تقبل صلواتك یا ابن الحمار البوالہ
علی عقبیها ثم برز حبیب فیقول
انا حبیب وابی مظاهر فارس
الهیجا لیث قسورة واللہ اعلی
حجة واظهر - منکم وانتم بغدر
وبقیتم سبط النبی اذانی یستقی
یا شر قوم فی الوری واکثر محمل
علی الحصین فضربه ضربة
سقطته عن ظهر فرسه الارض
فاستنقذه اصحابه ولم یزل
حبیب یقاتل حتی قتل منهم
خلقا کثیرا ثم قتل وقال الحسین
یرحمك اللہ یا حبیب لقد کنت
تختم القرآن فی لیلة واحدة وانت
فاضل فقال زهیر بن القین
یا مولای اری الانکسار فی
وجهك بعد قتل العباس وحبیب
السنا علی الحق قال بلی وحق
الحق انا علی الحق محقین قال
زهیر فما نکره موتنا وانا ندخل
الجنة ونعیمها فبرز ویقول انا
زهیر ابن القین منی مرالحمن

نماز قبول نہ ہوگی،، اسپر حضرت حبیب
ابن مظاہر نے کہا کہ فرزند رسول کی نماز
تو نہ مقبول ہو اور تیری نماز مقبول
ہوگی؟ اے فرزند زن میخوارہ بوالہ
اسکے بعد حضرت حبیب بغرض جنگ
باہر آئے اور اشعار رجز پڑھتے ہوئے
حملہ آور ہوئے حصین پر حملہ کیا اور ایسا
وار لگایا کہ وہ ملعون گھوڑے سے
گر پڑا اگر اوسکے ہمراہیون نے اسے بچا لیا
حبیب ابن مظاہر یون ہی لڑتے رہے
یہانتک کہ شہید ہوئے جسپر حضرت امام
حسینؑ نے فرمایا خدا رحمت کرے تجھپر
اے حبیب کہ ایک رات میں تم قرآن
کو ختم کرتے تھے۔ اور فاضل تھے۔
زہیر بن قین نے عرض کی یا مولا کیا
وجہ ہے کہ بعد شہادت عباسؑ اور
حبیب بن مظاہر آپکے چہرے سے علامت
انکسار ظاہر ہے کیا ہملوگ حق پر نہیں ہیں
امام حسینؑ نے فرمایا قسم حق کی کہ حق پر
ہیں اور محق ہیں تب زہیر نے کہا پھر
ہملوگونکی شہادت سے آپکو کیوں رنج
ہوتا ہے حالانکہ ہم شہید ہو کر داخل
جنت و نعمائے جنت ہوتے ہیں اسکے

الحدين اذب بالسيف عن الحسين
ابن علي طاهر الجدين ثم حمل
عليهم فقتل منهم عشرين فارسا
ثم اقبل الى الحسين **فصلى**
بالجماعة ثم قال يا قومي هذه الجنة
قد فتحت ابوابها وانيعت اثمارها
وهذا رسول الله صلى الله عليه
واله وسلم والشهدا يتوقعون
قدومنا فحاموا دين الله و
احفظوا حرم بن رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم ثم برز و
يقول **شعر**

اقدم حسين اليوم تلقا احمدا
ثم اباك الطاهر الموبدا
والحسن المسموم ذاك الامجدا
ذو الجناحين حليف الشهدا
وحمزة الليث الهمام الاسعدا
في جنة الفردوس عاشوا سعدا

ولم يزل يقاتل حتى قتل من الاعداء
نيفا وخمسين فارسا ثم قتل رضي الله عنه ينابيع المودة صفحہ ۲۸۶

بعد زہیر نے لشکر اعدا پر حملہ کیا اور
رجز پڑھتے جاتے تھے بیس سوارون
کو قتل کرکے زہیر پھر آئے اور نماز
جماعت امام ع کے ساتھ ادا کی -
اور کہا اے قوم کیا دیکھتے ہو - یہ جنت
ہے جسکے دروازے کھلے ہوئے
ہیں اور ثمار اوسکے تیار ہیں - یہ رسول
اللہ تشریف رکھتے ہیں - اور دوسرے
شہدا ہمارے قدوم کے مشتاق ہیں
دین خدا کی حمایت کرو اور حرمت
فرزند رسول کی نگہداشت کرو - یہ کہکر
پھر حملہ آور ہوئے - اور پچاس
سے زیادہ کافرون کو قتل کرکے
راہی جنت ہوئے -

اس واقعہ کو تاریخ الاذان سے کئی وجہوں سے تعلق ہے ایک یہ کہ خلافت یزید بن معویہ کا واقعہ ہے اور اس رسالہ میں التزام کیا گیا ہے کہ ہر خلیفہ کے احکام اور تغیرات اور واقعات متعلق اذان درج کیے جائیں - دوسرے اسلام بلکہ تمامی دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ بالکل

عجیب ہے کہ فرزند رسول اپنے خدا کی اُمت اور کلمہ گویوں سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگے اور کوئی کلمہ گو اسکا روادار نہو کہ مہلت نماز دیجائے ایک ساعت کیلئے بھی جنگ موقوف کیجائے تیسرے کمال بیحیائی یہ ہے کہ بعوض اس مہلت دینے کے یہ جواب دیا گیا کہ اے حسینؑ تمھاری نماز مقبول نہین جس سے جہان ان اشقیا کی کمال درجہ کی شقاوت معلوم ہوئی وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ کی خاص نماز بھی جو ان لوگون کے عہد میں قابل قبول نہ تھی۔ چوتھے یہ کہ امام علیہ السلام نے اس حالت خوف کی نماز میں بھی اذان واقامت فرمائی جو انکے پیرودن کے لئے نہایت قابل غور اور لائق تقلید ہے کہ اس سے معلوم ہوا اذان واقامت کیسی ضروری چیز ہے نماز کے لئے۔ پانچوین یہ کہ اُن یزیدی مسلمانون نے اذان واقامت کہنے پر بھی نماز پڑھنے نہ دی کہ اصحاب امام حسینؑ کو اسکے بعد لڑنا پڑا یہانتک کہ حبیب ابن مظاہر شہید ہوئے اور زہیر بن قین نے جب فوج کو مار کر بھگا دیا تب نماز پڑھنے پائے۔ چھٹے یہ کہ معلوم ہوا [illegible] کہ رفیق کیسے مومن کامل تھے کہ ایک شخص [illegible] تمام قرآن کو ایک رات میں تمام کر لیتا [illegible] ساتویں یہ کہ [illegible] یزید کون تھے شمر ابحوار - بدکار - جنکی مائیں اپنے عقاب پر [illegible] ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی [illegible] جس سے معلوم ہوا [illegible] مسلمان غور کریں جو نماز کی قدر نہیں کرتے - آٹھوین یہ کہ نماز [illegible] معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا عظیم [illegible] سے پرہیز کرتے ہیں - نوین حبیب ابن مظاہر کی غیرت [illegible] اللہ انکو کلام ابن نمیر پر غصہ آیا کہ اوس سے انتقام لینے کو مقدم سمجھا - دسویں ان لوگونکا طالب حق ہونا کہ مطلوب انکا حق تھا چنانچہ امام سے سوال کیا گیا ہم حق پر نہیں ہیں جسپر امام نے حق کی قسم کھائی کہ ہم حق پر ہیں - اوسپر زہیر بن قین کا کہنا پھر ہم لوگوں کی موت پر کراہت فرماتے ہیں - جس سے معلوم ہوا کہ کس درجہ حق اونپر واضح تھا اور کیسی حقیت کے شائق تھے -

غرض یہ واقعہ صرف تاریخ الاذان ہی میں عجیب نہیں ہے بلکہ تواریخ عالم میں عجیب وغریب ہے یہان ایک واقعہ اذان کے متعلق اور بھی ہے جو اسوقت پیش آیا جب امام حسینؑ نے

مکہ چھوڑا اور سفر فرمایا کیونکہ عقد الفرید میں لکھا ہو کہ عمرو بن سعید جو بعد عزل ولید بن عتبہ منجانب یزید حاکم مدینہ مقرر ہوا۔ تو حج کی امارت بھی اُسیکو مفوض تھی۔ ایک روز قبل ترویہ وارد مکہ ہوا۔ وہیں جناب امام حسین بھی تشریف فرما تھے۔ لوگون نے حضرت سے استدعا کی کہ آپ نماز پڑھائیں اتنے میں موذن نے اذان دی اور عمرو بن سعید نے نماز پڑھائی۔ اسپر لوگون نے امام حسین سے کہا کہ اگر آپ نے خود نماز نہیں پڑھائی تو تشریف لیجائیے حضرت نے کہا نہیں نماز جماعت افضل ہے۔ حضرت نے بھی نماز پڑھی اور بعدہ بقصد سفر عراق روانہ ہوئے۔ اسکی خبر جب عمرو بن سعید کو ملی۔ تو اوسنے حکم دیا۔ اطلبوہ ارکبوا کل بعیر بین السماء والارض فاطلبوہ قال فعجب الناس من قولہ ھذا فطلبوہ فلم یدرکوہ صہ۱۷۲ جلد۲ یعنی پکڑو اُنکو اور جو اونٹ آسمان و زمین میں ملے اُسپر سوار ہو۔ اور اُنکو لاؤ۔ لوگون کو اُسکے اس قول سے تعجب ہوا اور حضرت کی جستجو میں روانہ ہوئے مگر نہ پایا۔

جس فقرہ پر لوگونکو تعجب ہوا وہ درحقیقت قابل تعجب نہیں ہے کیونکہ ان لوگونکے خیال میں خدا اور رسول کا وجود ہی نہ تھا آسمان و زمین پر اپنی حکومت جانتے تھے پھر کیون نہ آسمان و زمین کے اونٹون پر اونکی حکومت ہوتی۔

رہا یہ بیان کہ حضرت امام حسین نے اُسکے ساتھ نماز پڑھی محض افترا ہے کہ وہ حضرت ان فاسقوں کو کب اس قابل سمجھتے تھے کہ کوئی مسلمان اُنکی اقتدا کرے چہ جائیکہ امام حسین اُسکی اقتدا کریں۔ اور وہ بھی ایسے عالم میں جب آپ اُسکی اور یزید کی حکومت سے نکلکر باہر تشریف لیجارہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہو کہ حضرت نے اسکی انتظار کی کہ جب یہ لوگ نماز میں مشغول ہوں تب روانہ ہوں جس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت بھی شریک جماعت تھے یا بالقصد ایسی وضعی روایت بنائی ہے جس سے صلوا خلف کل بر و فاجر کی تصدیق ہو۔

بہرحال حضرت کا خود اقدام نہ کرنا نماز پر اُس مصلحت پر مبنی تھا جس سے آپنے بیت اللہ میں رہنا نہ پسند کیا کہ میری خونریزی سے اسکی حرمت زائل ہوگی۔ کیونکہ یہ ضرور تھا کہ اگر آپ ایسا قصد کرتے تو لڑائی ہوتی۔ اور اُسکی جماعت کا انتظار اس غرض سے کہ یہ لوگ نماز میں مشغول ہیں اور ہمکو گرفتار نہ کرسکیں چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ بعد نماز اُسنے حکم دیا آسمان و زمین کے

اونٹوں پر سوار ہو کر طلب کرے، مگر حضرت کی گرد بھی انکے ہاتھ نہ آئی۔
اس روایت کو ہے بجز عقد الفرید اور کسی کتاب میں جو قابل وثوق ہو نہیں پایا لہذا اسکو علیحدہ واقعہ نہ قرار دیا۔
اسی قسم سے وہ بھی ہے جو حضرت نے لشکر حر کو نماز پڑھائی کہ بعد اذان خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فریقین نے اقتدا کی کہ وہ واقعہ بھی کوئی خصوصیت نہیں رکھتا جو درج تاریخ الاذان کیا جائے

دوسرا واقعہ

وقال صاحب المناقب وغیرہ روی ان یزید امر بمنبر وخطیب لیخبر الناس بمساوی الحسین وعلی وما فعلا فصعد الخطیب المنبر فحمد الله و اثنی علیہ واکثر الوقیعۃ فی علی والحسین واطنب فی تقریظ معویۃ ویزید فذکرھما بکل جمیل قال فصاح بہ علی بن الحسین ویلک ایھا الخاطب اشتریت مرضاۃ المخلوق بسخط الخالق فتبوأ مقعدک من النار ثم قال علی بن الحسین یا یزید ائذن لی حتی اصعد ھذہ الاعواد فاتکلم بکلمات للہ فیھن رضا و لھولاء الجلساء فیھن اجر وثواب قال فابی یزید علیہ ذالک فقال الناس یا امیر المومنین ائذن لہ فلیصعد المنبر فلعلنا نسمع

صاحب مناقب وغیرہ نے کہا ہے کہ روایت کیگئی ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ منبر لایا جائے اور خطیب بلایا جائے تاکہ بیان کرے لوگوں سے برائیاں امام حسین اور حضرت علی کی اور جو اُنسے صادر ہو ئیں خطیب بالائے منبر گیا اور حمد و ثنائے الٰہی کرکے بہت سے عیب بہ نسبت حضرت علی و امام حسین کے بیان کئے اور معاویہ و یزید کی مدح و ثنا میں بہت طول دیا اور ہر خوبی کے ساتھ اُن دونوں کا ذکر کیا۔ پس حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین) نے باواز بلند اُس سے فرمایا وائے ہو تجھکو اے خاطب خوشنودی مخلوق کے ساتھ تونے غضب خدا کو خرید کیا اور جگہ اپنی جہنم میں بنائی پھر حضرت علی بن الحسین نے فرمایا اے یزید مجھکو اجازت دے کہ اس منبر پر وہ کلمات الٰہی بیان

منه شیئاً فقال انه ان صعد لم
ینزل الا بفضیحتی و بفضیحة آل
ابی سفیان فقیل له یا امیر المومنین
وما قدر ما یحسن هذا فقال انه
من اهل بیت قد زقوا العلم زقا
قال فلم یزالوا به حتی اذن له فصعد
المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم
خطب خطبة ابکی منها العیون
واوجل منها القلوب ثم قال
ایها الناس اعطینا ستاً
وفضلنا بسبع
اعطینا العلم والحلم والسماحة و
الشجاعة والمحبة فی قلوب المومنین
وفضلنا بان منا النبی المختار محمداً
ومنا الصدیق ومنا الطیار ومنا
اسد الله واسد رسوله ومنا
سبطا هذه الامة من عرفنی فقد
عرفنی ومن لم یعرفنی انبأته بحسبی
ونسبی ایها الناس انا ابن مکة و
منیٰ انا ابن زمزم والصفا انا ابن
من حمل الرکن باطراف الردا انا
ابن خیر من ائتزر وارتدی انا ابن
خیر من انتعل واحتفیٰ انا ابن خیر

کروں جن میں خدا کی رضا ہو۔ اور تیز
ان ہمنشینوں کے لیے اجر و ثواب ہو۔
یزید نے انکار کیا تب لوگوں نے کہا اے
امیر المومنین انکو اجازت دیجیے کہ منبر پر
جاویں کہ ہم لوگ کچھ کلام انکا سنیں۔
تب یزید نے کہا اگر یہ منبر پر جاینگے تو بغیر
فضیحت کیے میری اور فضیحت آل ابی
سفیان کے نہ اترینگے لوگوں نے کہا
ابھی انکو یہ قدرت کہاں ہے کہ اچھی طرح
کلام کر سکیں۔ یزید نے کہا بیشک یہ اُن
اہل بیت سے ہیں جو طفلی میں علم سے پُر
کیے گئے ہیں جیسا کہ طائر اپنے بچوں کو دانہ
بھراتے ہیں راوی کہتا ہے یہاں تک لوگوں
نے اصرار کیا کہ آخر یزید نے اجازت دی
اور وہ حضرت منبر پر گئے اور حمد و ثنائے
الٰہی بجا لاکر ایسا خطبہ پڑھا جس سے آنکھیں
گریاں اور دل ترساں ہوئے پھر فرمایا
ایہا الناس ہمکو چھ چیزیں عطا ہوئی ہیں
اور سات باتوں سے فضیلت دیگئی ہے
ہمکو دیا گیا ہے علم و حلم و سماحت و فصاحت
و شجاعت و محبت مومنوں کی دلمیں
اور ہمکو فضیلت دیگئی بسبب اسکے کہ ہم
میں سے ہیں نبی مختار محمد اور ہم میں سے

من طاف وسعى انا ابن خير من حج
ولبى انا ابن من حمل على البراق في
الهوى انا ابن من اسرى به من المسجد
الحرام الى المسجد الاقصى انا ابن من
بلغ به جبرئيل الى سدرة المنتهى
انا ابن من دنى فتدلى فكان قاب
قوسين او ادنى انا ابن من صلى
بملائكة السماء انا ابن من اوحى اليه
الجليل ما اوحى انا ابن محمد
المصطفى انا ابن على المرتضى انا ابن
من ضرب خراطيم الخلق حتى قالوا
لا اله الا الله انا ابن من ضرب بين
يدي رسول الله بسيفين وطعن
برمحين وهاجر الهجرتين وبايع
البيعتين وقاتل ببدر وحنين
ولم يكفر بالله طرفة عين انا ابن
صالح المومنين ووارث النبيين
وقاطع الملحدين ويعسوب المسلمين
ونور المجاهدين وزين العابدين
وتاج البكائين واصبر الصابرين
وافضل القائمين من آل يسين
رسول رب العلمين انا ابن
المويد بجبرئيل المنصور بميكائيل

ہیں صدیق اکبر - ہم میں سے طیار ہیں - ہم میں سے
ہیں اسد اللہ واسد رسول اور ہم میں سے
ہیں سبطین امت کے من عرفنی فقد عرفنی
ومن لم یعرفنی انبئه بحسبی ونسبی
جسنے مجھکو پہچانا اُسنے پہچانا اور جسنے مجھے نہ پہچانا
اُسکو آگاہ کرتا ہوں اپنے حسب ونسب سے ایہا الناس

انا ابن مکہ ومنی انا ابن زمزم والصفا اے گروہ
مردم میں ہوں فرزند مکہ ومنی کا [illegible] فرزند
زمزم وصفا کا [illegible]
زکوۃ کو اطراف ردا میں - میں ہوں فرزند
بہترین اُن لوگوں کا جسنے حج میں لنگ
باندھی اور ردا اوڑھی - میں ہوں فرزند
بہترین اُن لوگوں کا جسنے نعل پہنی اور پیدل
پا چلا - میں ہوں فرزند بہترین اونکا جسنے
طواف کیا اور سعی کی - میں ہوں فرزند
بہترین اُنکا جسنے حج کیا اور لبیک کہا - میں
ہوں فرزند اسکا جو سوار کیا گیا براق پر
ہوا میں - میں ہوں فرزند اسکا جسکو شب کے
وقت لیگئے مسجد حرام سے مسجد اقصی تک - میں ہوں
فرزند اُسکا جسکو پہونچایا جبرئیل نے سدرۃ
المنتہی تک - میں ہوں فرزند اوسکا جو قریب
ہوا - پس لٹکا ہوا میں کہ تھا فاصلہ دو کمان
کا یا قریب تر اس سے - میں ہوں فرزند اسکا جسنے

انا ابن المحامی عن حرم المسلمین
وقاتل المارقین والناکثین و
القاسطین والمجاهد اعدائہ
الناصبین وافخر من مشی من
قریش اجمعین واوّل من اجاب
واستجاب اللہ ولرسولہ من المومنین
واوّل السابقین وقاصم المعتدین
ومبید المشرکین وسہم من مرامی
اللہ علی المنافقین ولسان حکمۃ
العابدین وناصر دین اللہ و
ولی اللہ وبستان حکمۃ اللہ وعیبۃ
علمہ سمح سخی بہی بہلول زکی ابطحی
رضی مقدام ہمام صابر صوام مہذب
قوام قاطع الاصلاب ومفرق الاحزاب
اربطہم عنانا واثبتہم جنانا و
امضاہم عزیمۃ واشدہم شکیمۃ
اسد باسل یطحنہم فی الحروب اذا
ازدلفت الاسنۃ وقربت الاعنۃ
طحن الرحی ویذروہم فیہا ذرو الریح الہشیم
لیث الحجاز سید العراق مکی مدنی
خیفی عقبی بدری احدی شجری
مہاجری من العرب سیدہا و
من الوغی لیثہا وارث المشعرین

نماز پڑہائی ملائکہ آسمان کو۔ میں ہون فرزند اسکا
جسکی طرف وحی کی رب جلیل نے جو وحی کی۔
میں ہون فرزند محمد مصطفےٰ کا۔ میں ہون فرزند
فرزند علی مرتضی کا۔ میں ہون فرزند اوسکا جسنے
مارا خرطوم ہا سرداران خلق کو یہانتک کہ لا الہ
الا اللہ کے قائل ہوے۔ میں ہون فرزند اسکا
جسنے پیش رسول جہاد کیا۔ دو سیف سے اور
طعن کیا دو نیزون سے اور ہجرت کی دو ہجرت
اور بیعت کی دو بیعت اور مقاتلہ کیا بدر
و حنین میں۔ اور نہ کفر کیا ساتھ اللہ ایک چشم
زدن۔ میں ہون فرزند صالح المومنین
وارث النبیین قامع الملحدین ویعسوب الدین
نور المجاہدین زین العابدین تاج البکائین
اصبر الصابرین وافضل القائمین کا آل
یٰسین رسول رب العالمین سے۔ میں ہون
فرزند اسکا جو تائید کیا گیا ساتھ جبرئیل کے اور
نصرت کیا گیا ساتھ میکائیل کے۔ میں ہون
فرزند حامی حرم مسلمین وقاتل المارقین و
الناکثین والقاسطین و مجاہد دشمنان
ناصبین اور افخر اُن لوگونکا جو چلے تمامی قریش
سے اور اوّل انکا جسنے اجابت واستجابت
کی اللہ و رسول کی مومنین سے اور اول
سابقین و ذلیل کنندہ ظالمین و ہلاک کنندہ

و ابو السبطین الحسن و الحسین
ذاك جدہما علی بن ابیطالب ثم
قال انا ابن فاطمة الزهراء انا ابن
سیدة النساء فلم یزل یقول انا
انا حتی ضج الناس بالبکاء
والنحیب وخشی یزید ان یکون
فتنه فامر المؤذن فقطع علیه
الکلام فلما قال المؤذن الله
اکبر الله اکبر قال علی لا شیء اکبر
من الله فلما قال اشهد ان لا اله
الا الله قال علی بن الحسین شهد
بها شعری و بشری و لحمی و دمی
فلما قال المؤذن اشهد ان
محمدا رسول الله التفت من
فوق المنبر الی یزید فقال محمد
هذا جدی ام جدك یا یزید
فان زعمت انه جدك فقد کذبت
و کفرت وان زعمت انه جدی
فلم قتلت عترته قال و فرغ المؤذن
من الاذان و الاقامة و تقدم
یزید فصلے صلوة الظهر قال و
روی انه کان فی مجلس یزید هذا

مشرکین و تیر مارا ہوا خدا کا منافقین پر اور
زبان حکمت و عابدین و ناصر دین اللہ و ولی
امر اللہ و بستان حکمۃ اللہ و مستودع علم اللہ
جواد سخی جمیل خندہ روزکی الطبعی رضی کثیر الاقدام
دشمنوں پر بڑا صاحب ہمت صابر حلوم مہذب
قواد قاطع اصلاب مفرق احزاب سب سے زیادہ
جہاد میں مضبوط العنان اور قوی ثابت القلب
اور سب سے زیادہ گذر جانیوالا اپنے ارادہ پر اور
اشد الشکیمہ[1] یعنی حضرت علی بوجہ اعتماد اپنی بہادری
اور قابو کے اوپر دشمن کے کسیکا انقیاد نہ فرماتے
تھے ایسے شیر شجاع کہ پیس ڈالتے تھے دشمنوں کو
معرکہ میں جس وقت مجتمع ہوتی تھیں سنانیں اور
قریب ہوتی تھیں عنانیں مثل پیسنے چکی کے اور
متفرق اور پراگندہ کرکے اوڑا دیتے تھے انکو
اڑا دیتے تھے جیسے ہوا گیاہ خشک کو متفرق و
پراگندہ کرکے اڑا دیتی ہے و شیر حجاز - سردار
عراق - مکی - مدنی حنفی عقبی - بدری - احدی
شجری - مہاجری - قوم عرب میں انکے سردار
و نام میں انکے شیر وارث المشعرین و ابو السبطین
الحسن و الحسین یہ میرے جد عالی علی بن ابی
طالب ہیں پھر فرمایا میں ہوں فرزند فاطمہ
زہرا کا میں ہوں فرزند سیدۃ النسا کا یہاں تک

[1] شکیمہ یعنی دہانہ لگام ترجمہ لفظی شدید الشکیمہ یعنی منہ زور فرس جو قابو میں سوار کے نہو ۱۲

حبر من احبار الیهود فقال من
هذا الغلام یا امیر المومنین
قال هو علی بن الحسین قال
فمن الحسین قال ابن علی بن
ابیطالب فقال من امه قال
امه فاطمة بنت محمد فقال
الحبر یا سبحان الله فهذا ابن
بنت نبیکم قتلتموه فی هذه السرعة
بئسما خلفتموه فی ذریته والله
لو ترك فینا ابن عمران سبطا
من صلبه لظننا انا کنا نعبده
من دون ربنا وانتم انما فارقکم
نبیکم بالامس فوثبتم علی
ابنه فقتلتموه سوءة لکم من امة
قال فامر به یزید لعنه الله
فوجی فی حلقه ثلاثا فقام
الحبر وهو یقول ان شئتم
فاقتلونی او فذرونی فانی
اجد فی التوراة ان من قتل
ذریة نبی لا یزال ملعونا
ابدا ما بقی فاذا مات یصلیه
الله نار جهنم ۵۵

فرماتے رہے انا انا یہاں تک کہ لوگوں نے
شور و نالہ و بکا بلند کیا اور یزید ڈرا کہ ایسا نہو
کہ کوئی فتنہ بپا ہو پس موذن کو حکم
اذان دیکر کلام حضرت کا منقطع کر دیا جب
موذن نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا
حضرت علی بن الحسین نے کوئی شے اللہ سے
بزرگتر نہیں ہے پھر جب کہا اوس نے اشہد
ان لا الہ الا اللہ فرمایا حضرت علی بن
الحسین نے کہ اسکی شہادت دی ہے میرے
بال میرے پوست میرے گوشت میرے خون
نے پھر جب موذن نے کہا اشہد ان
محمدا رسول اللہ حضرت بالاے منبر
سے متوجہ ہوئے طرف یزید کے اور فرمایا کہ
یہ محمد میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں اے یزید؟
اگر تو نے گمان کیا کہ وہ حضرت تیرے جد
ہیں پس تحقیق تو نے جھوٹ کہا اور کفر کیا
اور اگر تو نے گمان کیا کہ وہ حضرت میرے
جد ہیں پس کیوں تو نے اونکی عترت کو قتل
کیا راوی نے کہا کہ موذن اذان و اقامت
سے فارغ ہوا اور یزید آگے بڑہا اور نماز ظہر
پڑہی۔ کہا صاحب مناقب نے اور یہہ بھی روایت
کی گئی ہے کہ اس مجلس یزید میں ایک عالم
علماے یہود سے تہا پوچھا اوس نے یہ کون لڑکا ہے اے امیر المومنین یزید نے کہا یہ علی بن

الحسین ہیں اوسنے پوچھا کون حسینؑ کہا فرزند علی بن ابی طالب تب اوسنے پوچھا ماں اوسکی کون ہے کہا ماں اونکی فاطمہ دختر محمدؐ تب اوس عالم نے کہا یا سبحان اللہ تو حسینؑ دخترزادہ تمہارے نبی کا ہے جسکو تم سبنے ایسا جلد قتل کر ڈالا ہے کیا برا سلوک کیا تم لوگون نے بعد اپنے نبی کے اونکی ذریت کے باب میں ۔ قسم خدا کی اگر فرزند عمران درمیان ہم لوگون کے کوئی اولاد اپنے صلب سے چھوڑتے تو ہم گمان کرتے ہیں کہ ہم سب اوسکی عبادت کرتے سوائے پروردگار اپنے کے اور تم لوگ سوا اسکے نہیں ہے کہ نبی تمھارے ابھی کل تمسے جدا ہوئے ہیں اور تم لوگ چڑھ دوڑے اوسکے فرزند پر اور اوسکو قتل کر ڈالا کیا بری امت ہو تم لوگ راوی نے کہا پس یزید نے حکم دیا کہ تین مرتبہ گلا اوسکا گھونٹا گیا پس وہ عالم یہ کہتا ہوا اوٹھا کہ چاہو تم لوگ مجھکو مارو چاہو قتل کر ڈالو چاہو چھوڑ دو میں اپنی توریت میں پاتا ہون کہ بیشک جو کسی نبی کی ذریت کو قتل کریگا وہ ہمیشہ ملعون رہیگا جب تک باقی رہیگا پس جب مرجائیگا اللہ تعالی اوسکو آتش جہنم میں داخل کریگا ۔ ۵

اس واقعہ کو شیخ ابو اسحق اسفرائنی نے بھی جو اعاظم علماء اہلسنت سے ہیں اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسینؑ میں کچھ اجمالاً بیان کیا ہے لکھا ہے بعض فقرات خطبہ میں اختلاف ہے اسلئے اوسکو علیحدہ نہیں لکھا ۔ اسکے بعد لکھتے ہیں ۔

قال الراوی روی عن جعفر الصادق ان عند ذلک ضجت الناس بالبکاء والنحیب فقصد یزید ان یقطع کلامه بالاذان واشار لموذنه یوذن فقال الله اکبر فقال علی الله اکبر فوق کل کبیر فقال اشهد ان لا اله الا الله فقال علی اشهد ان لا اله الا الله فقال اشهد ان

کہا راوی نے کہ فرمایا امام جعفر صادقؑ نے جب یہ خطبہ مسلمانوں نے سُنا تو عجیب طرح کا شور ماتم و بکا قائم ہوا جسپر یزید نے چاہا کہ کسی طرح یہ سلسلہ کلام منقطع ہو لہذا اپنے موذن کو حکم دیا کہ اذان کہے اللہ اکبر ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کے بعد جب موذن نے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو امامؑ نے قسم دیکر اوسکو [illegible]

محمد ارسول اللہ فقال علی باللہ علیک اسکت فسکت ثم قال یا یزید اکان محمد جدی ام جدک فان قلت جدی فانت صادق و ان قلت جدک فانت کاذب فقال بل جدک فقال لم قتلت ذریتہ و سبیت حریمہ فسکت ثم ضجت الناس بالبکاء والنحیب وقالوا ھذہ مصیبۃ فی الاسلام فعند ذلک خشی الیزید علی نفسہ من القتل و قال ایھا الناس اتظنون انی قتلت الحسین فلعن اللہ من قتلہ انما قتلہ عبید اللہ بن زیاد عاملی بالبصرۃ۔ ثم امر باحضار من اتی براس الحسین ومن معہا الیسا لھم کیف کان قتلہ فحضروا بین یدیہ فقال لابن ربعی ویلک انا امرتک بقتل الحسین فقال لا لعن اللہ قاتلہ ولم یزالوا کذلک الی ان وصل السوال الی حصین بن نمیر فقال مقالتھم ثم قال اترید ان اخبرک بمن قتلہ فقال نعم فقال اعطنی الامان فقال لک الامان فقال اعلم ایھا

اور جانب یزید مخاطب ہوئے فرمایا اے یزید یہ محمد تیرے جد ہیں یا میرے اگر میرے جد ہونیکا اقرار کیا تو سچ کہا اور اگر اپنا جد کہا تو کاذب و دروغ گو ہوا یزید نے اقرار کیا کہ نہیں بلکہ آپکے جد ہیں۔ تب حضرت نے کہا پھر تو نے کیوں اونکی اولاد کو قتل کیا اور اونکے اہل بیت کو اسیر کیا۔ یزید ساکت ہوگیا اور تمام مجمع میں شور بکا قایم ہوا اور سب نے کہا یہ اسلام میں نہایت سخت مصیبت ہے اسوقت یزید کو خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہو مجھے قتل کر ڈالیں تب یزید نے کہا ایہا الناس تم گمان کرتے ہو کہ میں نے حسین کو قتل کیا خدا لعنت کرے اونکے قاتل پر۔

قاتل اونکا عبید اللہ بن زیاد ہے جو ہماری طرف سے مصر کا عامل ہے اسکے بعد یزید نے حکم دیا کہ جو لوگ سر شہدا لائے ہیں اونکو بلا کر گواہی لو اور پوچھو۔ جب سب طلب ہوئے تو پہلے شیث ابن ربعی سے پوچھا اوسنے کہا تو نے نہیں حکم دیا خدا قاتل حسین پر لعنت کرے۔ یہ گواہیان

الا میران الذی عقد الرایات
ووضع الاموال وجیش الجیوش
وارسل الکتب واوعد ووعدھو
الذی قتلہ فقال من فعل ذلک
فقال انت فغضب منہ ودخل
منزلہ الخ صفحہ ۱۶ نور العین مطبوعہ مصر

جب سلسلہ وار حصین بن نمیر تک پہونچین
تو اُسنے بھی پہلے یہی کہا پھر کہا اے
امیر اگر تو چاہتا ہے کہ اونکے قاتل کو دریافت
کرے تو جان جسنے لشکر بھیجے۔ نشان مقرر
کئے۔ مال و دولت خرچ کیا۔ فرمان بھیجے
وعدہ وعید کیا وہی قاتل حسین ہے۔

یزید نے پوچھا وہ کون شخص ہے حصین بن نمیر نے کہا تو۔ یہ جملہ سنکر یزید غضبناک ہوا اور اپنے حرام سرا میں چلا گیا۔

اذان کے متعلق یہ واقعہ بھی دیکھا گیا ہے کہ حضرت سکینہ کے مقابلہ میں جب تک جناب امام حسین شہید نہ ہوئے تھے۔ عثمان کی بیٹی نے یہ فخر کیا کہ میں شہید کی بیٹی ہوں اوسوقت حضرت سکینہ خاموش ہو رہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب اذان میں موذن نے اشہد ان محمد ارسول اللہ کہا تو حضرت سکینہ نے عثمان کی بیٹی سے پوچھا کہ یہ میرے جد ہیں یا تیرے۔ جسکے جواب میں دختر عثمان نے کہا اب کبھی میں آپکے مقابلہ میں فخر نہ کرونگی۔
مگر یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی اسلئے مختصر لکھا۔

تیسرا واقعہ

اسکے بارے میں کوئی زمانہ نہیں معین کر سکتا کیونکہ یہاں یزید کا ایک شعر لکھا جاتا ہے جسمیں اوسنے اذان کا ذکر کیا ہے۔ ان اشعار سے عام طور پر علمائے اہل سنت نے کفر وفسق یزید پر استدلال کیا ہے لہذا درج تاریخ کیا گیا۔

وہ شعر یہ ہے **شعر**

شغلتنی نغمۃ العیدان — عن صوت الاذان

اس شعر کے ساتھ چند اشعار اور ہیں۔

معشر الندمان قوموا — واسمعوا اصوات الاغانی
واشربوا کاسکل مدام — واترکوا ذکر المعانی

شغلتنی نغمة العیدان عن صوت الاذان
وتعوضت عن الحور عجوزا فی الدنان

یزید کے اس قسم کے اشعار بیشمار ہیں جنسے اوسکی کمال درجہ کی بد دینی اور کفر یقینی ثابت ہے
چنانچہ علامہ ابن الجوزی حنبلی رسالہ رد المتعصب العنید میں لکھتے ہیں قال
انا نا مجاهد قال جیئ براس الحسین بن علی فوضع بین یدی یزید
بن معویہ فتمثل بهذین البیتین ؎

لیت اشیاخی ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل
لاهلوا واستهلوا فرحا ثم قالوا لی لغیب لا تشل

قال مجاهد نافق فیها ثم والله ما بقی فی عسکره الا ترکه ای سابه
ولامه قلت هذه الابیات لابن الزبعری تمثل شیئا منها وقال وذالک
ان المسلمین قتلوا قومه ببدر منهم خلقا فقتلوهم یوم احد خلقا فاستشهد
به یزید وکانه غیر بعضها ویکفی استشهاده بها خزیا۔ یعنی جب سرمبارک
امام حسین کا یزید کے سامنے لایا گیا تو اوسنے ان اشعار کو کہ ابن الزبعری کے ہیں پڑہے جسکا خلاصہ
مطلب یہ ہیکہ جو شیوخ ہمارے بدر میں قتل ہوئے اگر آج وہ زندہ ہوتے اور اس واقعہ کو دیکھتے
تو نہایت درجہ خوش و مسرور ہوتے اور ہمارے حق میں دعا کرتے ۔ امام مجاہد فرماتے ہیں
کہ یزید نے ان اشعار میں پورے طور پر اپنا نفاق ظاہر کیا جس سے تمامی رعایا و اہل لشکر
نے اوسکی ملامت کی۔ یہ اشعار وہ ہیں جنہیں ابن الزبعری نے واقعہ احد و بدر کے متعلق
نظم کیا۔ کیونکہ جنگ بدر میں بہت سے کفار مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور جنگ احد
میں بہت سے مسلمان کافروں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ اوسیکو ابن الزبعری نے
نظم کیا۔ اور یزید نے اون اشعار کو شہادت امام حسین کے متعلق پڑھا جو اوسکی خسارت
وخذلان کے لئے کافی ہے تمام ہوا کلام مجاہد۔
ان اشعار کی ابتدا ان اشعار سے ہے۔

لعبت هاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

لست من خندف ان لم انتقم — من بنی احمد ما کان فعل

جس سے معلوم ہوا کہ یزید کا بھی وہی عقیدہ تھا جو ابوسفیان کا تھا کہ نہ رسالت ہے نہ نبوت نہ وحی کا نزول ہوا۔ صرف ملک گیری کے لئے یہ سب کیا گیا۔

لیکن عقد الفرید میں ان اشعار کو واقعہ حرہ سے متعلق لکھا ہے۔

وبعث مسلم بن عقبہ برؤس اهل المدینة الی یزید فلما القیت بین یدیه جعل یتمثل بقول ابن الزبعری یوم احد لیت اشیاخی ببدر شهدوا الخ فقال له رجل من اصحاب رسول اللهؐ ارتددت عن الاسلام یا امیر المومنین قال بلی نستغفر الله قال والله لا ساکنتک ارضا ابدا وخرج عنه صفحہ ۱۸ جلد

یعنی جب یہ اشعار پڑھے تو ایک شخص نے صحابہ رسول اللہ سے کہا کہ تم مرتد ہو گئے اسلام سے اے امیر المومنین، یزید نے کہا ہاں البتہ ہم استغفار کرینگے۔ وہ صحابی نے قسم کھائی کہ اب ہم کبھی وہاں نہ رہینگے جہاں تم رہو گے یہ کہکر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ تعجب ہے کہ صحابی رسول اسکو مرتد بھی جانتے ہیں اور وہ بھی اپنے ارتداد کا اقرار کرتا ہے اسے بھی جناب امیر المومنین یاد کرتے ہیں افسوس!

جب اہل بیت طاہرین کا ورود یزید پلید پر ہوا اس وقت وہ اپنے محل جیرون میں تھا جو جامع اموی کی راہ میں تھا۔ تو یزید نے یہ اشعار پڑھے ؎

لما بدت تلک الحمول واشرقت — تلک الشموس علی ربی جیرون
نعب الغراب فقلت نح او لا تنح — فلقد قضیت من النبی دیونی

قال فی التذکرہ قال الزہری لما جاءت الرؤس کان یزید فی منظرہ علی جیرون فانشد لنفسه ؎ لما بدت الخ

جس سے صاف معلوم ہوا کہ یزید جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے اور اپنے خاندان کا مدیون اور مقروض سمجھتا تھا جو حضرت کے حکم سے اسکے اجداد و اعمام قتل ہوئے کہ سرہائے شہدا دیکھ کر کہتا ہے آج میں نے اپنا قرض وصول پایا رسول اللہ سے

یہ اشعار بھی یزید کے ہیں ؎

علیہ ھانی واعلنی وترنمی | بذلک انی لا احب السنا جبیا
حدیث ابی سفیان قد ماسلمہا | الی احد حتی اقام البواکیا
الاھات اسقینی علی ذاک قہوۃ | تخیرھا العبنی کرما شامیا
اذا ما نظرنا فی امور قدیمہ | وجدنا حلالا شربہا متوالیا
وان مت یا ام الاحیم فانکحی | ولا تاملی بعد العراق تلاقیا
فان الذی حدثت عن یوم بعثنا | احادیث طسم یجعل القلب ساھیا
ولا بدلی من ان ازور محمدا | یھشمولہ صفراء تروی عظامیا

ان اشعار میں وہ ملعون قیامت اور حشر و نشر سے انکار کرتا ہے

قال القرطبی و منہاجہ

ولو لم یمس الارض فاضل بردھا | لما کان فیہا مسحۃ للتیمم

اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ یزید پلید نے عبداللہ بن زبیر کو یہ اشعار لکھے

ادعوا الہک فی السماء فاننی | ادعوا علیک رجال عک واشعرا
کیف النجاۃ ابا جنیب منہم | فاقبل لنفسک قبل اتی العسکرا

یعنی تو اپنے اوس خدا کو پکار جو آسمان میں ہے کہ میں تجھ پر لشکر عک و اشعر روانہ کرتا ہوں۔ اسکے بعد دیکھ کیونکر تجھے نجات ملتی ہے۔

اس قسم کے اشعار جنہیں کفریات یزید مذکور ہیں اگر لکھے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو لہذا اختصار انسب ہے

ناظرین!! اس اذان کے متعلق ابوسفیان معویہ یزید کے خیالات ظاہر ہو چکے اوپر غور فرما کر فیصلہ کرلیں کہ یہ لوگ مسلمان تھے یا کیا؟

خلافت عبداللہ بن الزبیر

اگرچہ ابتدا اسکی تو یزید کی خلافت سے شروع ہے مگر مانی گئی بعد یزید۔ انکی خلافت میں اسقدر تو اکثر تواریخ میں مرقوم ہے کہ چالیس روز تک رسول اللہ کا نام خطبہ سے نکالدیا گیا تھا۔ ابن الزبیر نہ حضرت کا نام لیتے نہ درود و سلام لکھتے کہ اس نام نامی سے بنی ہاشم کو ایک طرح کی

خوشی ہوتی تھی جس سے یہہ قیاس ہوسکتا ہی کہ اذان سے بھی حضرت کا نام نکالدیا گیا ہوگا مگر کسی روایت میں ابھی تک اسکی تصریح نہیں دیکھی گئی - ہان ابن الزبیر کی نسبت یہی لکھا ہے وامن الزبیر ومن وراءہ حتی ان للمسجد للجہ یعنی ابن الزبیر نے امین کیا اور جو پیچھے اوسکے تھا یہانتک کہ تحقیق گونج اوٹھی مسجد صباح المقتصد بن ص ۲۸ اور آیندہ چلکر معلوم ہوگا کہ اس ایجاد کی نسبت حضرت ابوہریرہ کیطرف ہے جو موذن تھے مروان کے بزمانہ خلافت معویہ۔

خلافت مروان

یہہ خلافت درمیان خلافت ابن الزبیر وعبدالملک قرار پائی جو بحیثیت خلافت بھی نہیں قبول کیگئی - تاہم اسکے آثار اذان کے متعلق ابتک موجود ہیں - کیونکہ پہلے لکھ آئے ہیں - تقدیم خطبہ میں مروان کا نام بھی حضرت عثمان اور معویہ کے ساتھ لیا جاتا ہے - ہان آمین کے مسئلہ میں بھی انکا نام آتا ہی چنانچہ حافظ احمد علی صاحب حاشیہ بخاری میں عمدۃ القاری سی نقل کرتے ہیں "ابوہریرہ موذن تھے مروان کے اور شرط کی تھی کہ مروان صاحب ولا الضالین اوسوقت کہیں جب اونکو معلوم ہوجاے کہ ابوہریرہ بھی داخل نماز ہوگئے جب مروان ولا الضالین کہتے تو ابوہریرہ آمین باواز بلند کہتے اور کہا کرتے کہ زمین والونکا آمین کہنا جب آسمان والونکے آمین کے موافق ہوتا ہی تو وہ لوگ بخشدیے جاتے ہیں" یہ مسئلہ بھی طرفہ مسائل مختلفہ سے ہے جسمیں حنفیون اور اہل حدیث نے اسقدر اختلاف کیا ہی کہ کمتر لوگ ہونگے جو ان اختلافات سی ناواقف ہوں - حالانکہ اصلیت اسیقدر معلوم ہوتی ہی کہ مروان کو روکنے کے لئے کہ رکوع میں نہ جائیں ابوہریرہ یہ لفظ آمین ٹھہراتے تھے تاکہ ہم بھی شریک جماعت ہوجائیں - اسکو صحابہ پرستون نے ایک رکن تصور کیا نماز کا حالانکہ اسکی کوئی اصلیت نہیں -

ایک روایت اور ابوہریرہ ہی سے منقول ہے کہ وہ موذن تھے اور امام سی شرط کی تھی کہ بلا شرکت میرے ولا الضالین نہ کہیں - شاید وہ اقامت میں یا درستی صف وغیرہ میں مصروف رہتے سعید بن منصور ناقل ہی کہ ابوہریرہ بحرین میں موذن تھے اور امام جماعت علاء بن حضرمی تھے عقد ثمین صفحہ۔

اسی مروان کی ایجاد میں یہ بھی ہے کہ موطا امام مالک میں ہے - پہلا وہ شخص جسنے نماز جماعت میں پیچھے امام کے قرأت کی وہ ایک مرد مبہم ہے - اسپر مولوی عبدالحی لکھتے ہیں مراد اس سے مروان ہے - اور بہت سی روایتیں اس مضمون کی امام الکلام میں موجود ہیں کہ مروان ہی پہلا شخص ہے جسنے امام کے پیچھے قرأت کی -

مسئلہ قرأت خلف الامام

یہہ مسئلہ بھی اہلسنت کے یہاں نہایت اختلافی ہے - حنفی قائل ہیں کہ نماز جماعت میں مقتدی سورہ حمد کو نہ نماز جہری میں پڑھے نہ اخفاتی میں یعنی امام خواہ با آواز بلند پڑھے یا آہستہ ہر حال میں ماموم کو قرأت نہ کرنی چاہیئے -

شافعی قائل ہیں کہ سری اور جہری دونوں میں ماموم کو قرأت کرنی چاہیئے - اور مالکی قائل ہیں کہ سری میں قرأت کرے اور جہری میں نہ کرے -

حنفی پھر اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں قرأت نہ چاہیئے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں - اور بعض حرام کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قرأت سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے دیکھو اسکی تفصیل امام الکلام مولفہ مولوی عبدالحی میں -

یہاں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اختلاف کی جڑ مروان کی بدولت قائم ہوئی جسنے ایجاد کیا کہ نماز جماعت میں ماموم قرأت کرے جسپر مختلف قسم کی حدیثیں گڑھے لگئیں جنکا انبار آج ہر صاحب فہم کو متحیر کر رہا ہے - اور ناواقفونکو اصل اسلام میں مشتبہ کرتا ہے - جسے یہ نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کے افعال میں اور اسلام میں کیا فرق ہے -

یہہ سمجھنا چاہیئے کہ مروان کے افعال کا اثر صرف حنفی و شافعی و مالکی کے فقہیات ہی تک محدود نہیں کیونکہ اسکی حدیثیں صحاح ستہ میں بھی قبول کی گئی ہیں جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے وقد

اخرج حدیث مروان فی الصحیح البخاری صفحہ ۵ جلد ۴

حالانکہ جناب امام جعفر صادق ؑ کی ایک روایت بھی اوسمیں نہیں لی گئی بلکہ بخاری صاحب آپکی نسبت فرماتے ہیں احد فی نفسی منہ شیٔ - اسپر لطف یہ ہے کہ تمامی اہلسنت اسکے بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ نے مکرر اسپر لعنت کی با انیہمہ اوسکے افعال و اقوال شریعت اہلسنت میں قابل قبول قرار پائے جیسا کہ کامل میں ہے وقد رویت اخبار کثیرۃ فی لعنہ ولعن

سن فی صلبہ روا ہما الحافظ جو لکھتے ہیں وولی المدینۃ لمعاویۃ مرات فکان اذا ولی یبالغ فی سب علی و اذا عزل و ولی سعید بن العاص کف عنہ [illegible]

غرض یہ بھی روایتیں اسبارے میں منقول ہیں کہ حضرت نے بھی مروان پر اور اوسکی اولاد پر لعنت فرمائی۔ حافظوں نے اپنی مسندوں میں اونکی روایت کی۔ مروان چند مرتبہ جناب معاویہ حاکم مدینہ ہوا اور جب حکومت اوسکو ملتی تھی تو بہت مبالغہ کرتا تھا دشنام جناب امیر میں اور جب وہ معزول ہوتا اور اوسکی جگہ سعید بن عاص مقرر ہوتا تو دشنام دہی کو موقوف کرتا۔ افسوس کہ ایسے شخص پر رسول اللہ اسطرح لعنت فرمائیں اور وہ اسلام میں ایسا رخنہ ڈالے کہ حضرت عثمان اوسکی بدولت قتل ہوں اور اس مروان کی پیروی کیجائے امور شرعیہ میں اور اوسکی حدیث مقبول ہو صحاح ستہ میں داخل کیجائے۔ اب آپ غور فرمائیں اوسکے پیرو آیا سنت رسول کے عامل ہیں یا سنت مروان کے۔ تمام جسقدر اختلافات آمین بالجہر یا قرات خلف الامام وغیرہ کے متعلق آپ کتب احناف و اہلحدیث میں ملاحظہ کرتے ہیں اونکی بنیاد اسی مروان کے فعل پر ہے۔ ورنہ بسم اللہ کا پڑھنا بآواز بلند ابتدائے سورہ میں زیادہ قابل غور و فکر ہے جسکے نہ پڑھنے سے نماز بھی باطل ہوتی ہے۔ اور پڑھنا اوسکا بآواز بلند رسول اللہ سے بتواتر ثابت ہے جیسا کہ تفصیلی بحث اسکی رسالہ التفسیر میں مذکور ہے

خلافت عبدالملک

اس خلافت کی صحت باضابطہ بعد قتل ابن الزبیر مانی جاتی ہے مگر اس سے پہلے ہی سے زمانہ میں اذان کے متعلق قابل ذکر واقعہ یہ ہے۔ کہ عمرو بن سعد اشدق کہ جو اسی خاندان کا ایک رکن بھی تھا اور اہل شام اوسکو خلیفہ بنانا چاہتے تھے بلکہ مروان ولیعہد بھی مقرر کرچکا تھا۔ عبدالملک نے مکر و فریب سے قصر دار الامارہ میں طلب کیا۔ قید کرچکا تھا ایک زخمی کرنیوالا آلہ بھی لگا چکا ہے کہ موذن کی اذان سنکر مسجد گیا اور اپنے بھائی سے کہہ گیا۔ اشدق کا کام تمام کر ڈالنا۔ مگر عبدالملک کے بھائی نے اوسکی منت و سماجت پر رحم کہا کر اوسطرح

مقیدہ پہنا دیا۔ عبد الملک جب واپس آیا تو اپنے ہاتھوں اوسے ذبح کیا۔ مورخوں نے اس واقعہ کو اول غدر فی الاسلام کا خطاب دیا ہے مگر تصحیح تاریخ میں اس روایت کی غلطی ثابت کی گئی ہے۔

عبد الملک کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے غضیف بن حرث ثمالی سے کہا کہ اے ابو اسماء میں نے لوگوں سے اجماع کرایا ہے دو امر و پر ایک یہ کہ بروز جمعہ لوگ اپنے ہاتھ بلند کریں دعا کے لئے اور یہ بعد نماز صبح و عصر وعظ ہوا کرے۔ غضیف نے جواب دیا جہاں تکلو کونکی اور بدعتیں ہیں اون قبیل سے یہ بھی ہے۔ میں اسکو نہیں قبول کر سکتا۔ عبد الملک کیوں؟ کہا اس وجہ سے کہ حضرت نے فرمایا ہے جہاں کوئی بدعت قائم ہوتی ہے وہاں ویسی ہی ایک سنت محو ہوتی ہے۔ تو سنت کے ساتھ تمسک بہتر ہے احداث بدعت سے۔

اس روایت کو امام ابو شامہ نے اس فصل میں لکھا ہے جسکی نسبت لکھتے ہیں وہ منجملہ ان بدعتوں کے جو عام طور سے مشہور ہیں کہ وہ سنت ہیں وہ امور ہیں جو عوام اور جماعت ذی شک اہل علم سے ہیں اونکے مرتکب ہوتے ہیں منبر و منبر جو ایسی جگہ ہے جہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہونا چاہیئے لہا سوال قیامت سے خوف دلائیں اور دنیا سے نفرت دلائیں اور آخرت کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ یہ مقامات زیادہ تر اس قابل ہیں کہ بدعتوں سے احتراز کیا جاے اور سنت کا اظہار کیا جائے مگر افسوس انہیں مقامات میں زیادہ ان بدعتوں کا رواج ہوتا ہے منجملہ اون بدعتوں کے خطیب کا یہ فعل ہے کہ جب منبر پر چڑہنے لگتے ہیں تو منبر کو تلوار یا عصا سے سہ دفعہ ٹھوکر دیتے ہیں جو ذرا ٹھوڑا اتنا دیر

(۲) اور قبل اسکے کہ وہ نمازیوں کی طرف مخاطب ہوں اور قبل از خطبہ سلام کہیں دیر تک دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں۔

(۳) وقت دعا ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں جو بدعت قدیم ہے۔

اس بدعت کے بدعت قدیم ہونے پر وہ روایت لکھی ہیں عبد الملک کے اجماع کرانے کا مضمون ہے۔

(۴) جب امر و نہی کو بیان کرتے ہیں تو دہنے بائیں پھرتے ہیں۔

(۵) جب رسول اللہ پر صلوٰۃ و سلام شروع کرتے ہیں تو ایک زینہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور بعد

فراغ پھر ایک زینہ نیچے اوترآتے ہیں - یہ کل امور بدعت سے ہیں کیونکہ خطیب کو ابتدا سے انتہا تک حضار کیطرف متوجہ رہنا چاہئے -

(۶) یہ بھی نہ چاہئے کہ حضرت پر صلوۃ و سلام کہتے وقت داہنی بائیں مڑیں

(۷) یہ بھی بدعت ہے جو حضرت پر صلوۃ کہتے وقت بتکلف اپنی آواز کو بلند کرتے ہیں جو بالکل خلاف حکم شرع ہے کیونکہ جاہلون نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت پر درود بھیجنے میں آواز کا بلند کرنا بہتر ہے حالانکہ یہ جہالت ہی کیونکہ درود بھیجنا بھی دعا ہے اور اکثر دعاؤں میں آواز آہستہ کرنا مستحب ہے عموماً -

اور جہان جہر کا حکم دیا ہے مثل قنوت وغیرہ کے وہاں اسکا حکم نہیں ہی کہ آواز بلند کیجائے - تو درود میں آواز بلند کرنیکا حکم کہانسے آیا - ہرگز شریعت میں اسکا حکم نہیں ہی - کتاب الباعث صفحہ ۵۰ یہ بحث تفصیلاً سابق میں لکھی جا چکی ہے بذیل بدعت اذان ثانی روز جمعہ لہذا اسکا اعادہ فضول ہے -

مگر اب معلوم ہوا کہ اصل موجد اسکے عبدالملک ہیں بعد حضرت عثمان جسپر بعد کے ملاؤں نے اور بہت سی بدعتوں کا اضافہ کیا تو اب یہ دعوی بہت درست ہی کہ عام طور پر فقہا اہلسنت کا مدار اکثر اون احکام پر ہے جنہیں خلفائے مروانی نے اپنے دوران حکومت میں جاری کئے ذاکرین مصائب کی نسبت نہیں کہہ سکتے اونھوں نے کہانسے یہ رسم لیا ہے جو آواز بلند درود بھیجنے کی مکرر فرمائشیں کرتے ہیں - خدا ہم سبکو ہر بدعت سے نجات دے صلوۃ کا قبول کرنے والا سمیع و علیم ہے عالم السر والخفیات خواہ بلند آواز سے کہو خواہ آہستہ -

امام ابو شامہ انھیں بدعتوں میں یہ بھی لکھتے ہیں ،، کہ موذنون کا تراسل اذان میں بروز جمعہ اور متفرق ہر موذن کا اذان کہنا بدعت مکروہ ہے امام الحرمین کہتے ہیں کہ موذنون کو تراسل نہیں مستحب ہے بلکہ اگر وقت وسیع ہو تو ترتیب وار کہیں اور اگر وقت تنگ ہو تو اطراف مسجد میں منتشر ہو کر اذان دیں کہ ہر شخص کی اذان پوری ہو اور ہر شخص سنے اور اقامت ایک ہی شخص کہے اگرچہ تعداد موذنون کی زیادہ ہو - ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اذان اول سے متعلق ہے نہ اوس اذان سے جو روبروے خطیب کہی جاتی ہے بعد اسکے کہ وہ منبر پر جاتا ہے کیونکہ

اسکا موذن ایک ہی شخص ہونا چاہیے کیونکہ غرض اسکی اقامت شعار اسلام ہے - اور یہ بتایا کہ اب خطیب منبر پر گیا ہر شخص کو سکوت مناسب ہے - اسمیں ایک ہی موذن کو اذان دینا چاہیے فقط اسکے بعد یہ بھی بتایا کہ خطیب کا سیاہ لباس پہننا جسمیں ریشم کا اثر نمایان ہو اور تلوار کے قبضہ پر سونا لگانے سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے - ہان صرف سیاہ کپڑا ہونے سے کوئی ہرج نہیں لیکن وہ بھی پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم کو سفید کپڑا زیادہ پسند ہے - ص۱۵

تاریخی حیثیت سے اس رسالہ کو عبدالملک کے اوس ایجاد سے تعلق یہ ہی جسپر عبدالملک نے اجماع کا دعوی کیا - اور یہہ مطالب ضمناً مذکور ہوئے ورنہ تفصیل اسکی سابق میں لکھی جاچکی ہے -

اب یہان ہر شخص کو اوس سیدھے سادے طریقہ اذان وخطبہ پر خیال کرنا چاہیے جو شیعون کے یہان رائج ہے کہ بحمدہ ان کل بدعتوں سے پاک وصاف ہے اور وہی طریقہ انکے یہان رائج ہے جو رسول نے جاری کیا اور بڑے بڑے علماے اہلسنتہ اوس حد پر اپنے اہل مذہب کو لانا چاہتے ہیں مگر بوجہ بے اصول ہونے کے کسیطرح کامیاب نہیں ہوتے -

تنبیہ

واضح ہو کہ اوقات استجابت دعا میں وہ وقت نہایت عظمت کا ہے جب خطیب خطبہ اول کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتا ہے اور پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اوسوقت دعا کرنا مستحب ہے اور علماے اہلسنتہ بھی اسکے قائل ہیں - عبدالملک والے اجماع سے اسکو تعلق نہیں - بلکہ بتصریح ملا علی قاری بشر بن مروان نے حالت قیام میں ہاتھ اوٹھا کر دعا کی تھی یا اوسوقت جب خطیب منبر پر بیٹھتا ہے -

تعجب ہے کہ ان حضرات نے اپنے یہان کی اکثر بدعتونکو لکھا اور اوسکے دفعیہ کے فکر میں کر رہے ہیں مگر اس بدعت پر کسیکو توجہ نہیں ہوتی جو عام طور پر حکام جور کا ذکر کیا جاتا ہے منبر و نیز دوسرے خطبہ میں اور اوسپر جو بدعتون کا اور اضافہ ہوتا ہے وہ سابقاً لکھا جاچکا

ابو الفرج اصفہانی اغانی مین ایک واقعہ متعلق اذان اسی خلافت میں لکھتا ہے - کہ عبدالملک نے حرث بن خالد کو حاکم مکہ مقرر کیا - موذن نے اذان دی اور حرث مسجد الحرام

میں آے چاہا نماز شروع کریں کہ عائشہ بنت طلحہ نے بھیجا ابھی میرا طواف تمام نہیں ہوا ہے توقف کرو و کان یتعشقہا فامر المؤذن فکف عن الاقامۃ چونکہ حرث مذکور عائشہ کا عاشق تھا اسلئے حکم دیا موذن کو ابھی اقامت نہ کہے جب تک عائشہ طواف سے فارغ نہوں چنانچہ اوسوقت تک سب نمازی بیٹھے رہے نماز اقامت بند رہی جب یہہ خبر عبدالملک کو پہونچی تو اوسنے حرث کو معزول کیا۔

یہہ واقعہ صرف اس غرض سے لکھا گیا کہ کوئی واقعہ متعلق اذان رہ نہ جائے۔

اسی قبیل سے یہ حکایت بھی ہے کہ ابن ابی ملیکہ مکہ میں اذان دے رہے تھے کہ اخضر جدی کے (اوس زمانہ کا مشہور گویا) گانے کی آواز آئی کہ عاص بن وائل کے مکان میں یہ شعر گا رہا ہے ؎

وعلقتہا غراء ذات ذوائب ولم یبد للاتراب من ثدیہا حجم

صغیرین نرعی البہم یا لیت انا الی الیوم لم تکبر ولم تکبر البہم

ابن ابی ملیکہ حی علی الصلوٰۃ کہا چاہتا تھا کہ اس راگ نے یہ اثر کیا کہ کہا حی علی البہم جسے تمام اہل مکہ نے سنا۔ دوسرے روز اپنی اس مدہوشی کی معذرت کرنے لگا صفحہ ۱، اجلد اول

خلافت ولید بن عبدالملک

اس خلافت کا نفس اذان میں تو کوئی اضافہ نہیں معلوم ہوتا۔ مگر گلدستہ اذان کی ایجاد اسیکی طرف منسوب ہے۔ جسکے بعد پہر رواتیوں کی بھی بھرمار شروع ہوئی دیکھو منا۔ اسی ولید کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز کہا کرتے ہیں ولید شام میں۔ حجاج عراق میں عثمان بن جبادہ حجاز میں۔ قرہ بن شریک مصر میں قسم خدا کی زمین بھر گئی ہے ظلم و جور سے تاریخ الخلفا صہ ۱۵۲

افسوس اسی زمانہ کی نسبت عام طور پر اہل سنت کے یہاں یہ مقولہ کہا جاتا ہے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو صحابہ کا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو تابعین کا ہے پھر وہ زمانہ جو تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں صحابہ اور تابعین دونوں موجود تھے

ولید کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے لما وضعت الولید فی لحدہ اذا ھو یرکض فی اکفانہ

یعنی ضرب الارض برجلہ تاریخ الخلفا صـ ۱۵۲

یعنی ولید کو قبر میں رکھا تو کفن ہی میں ہاتھ پیر مارنے لگا اور تاریخ کامل میں ہے کہ جنازہ ہی میں دونوں گھٹنے اوسکی گردن سے ملگئے معبیر اوسکے بیٹے نے کہا والد صاحب زندہ ہوئے عمر بن عبد العزیز نے کہا۔ نہیں خدا نے اوسکے عذاب میں جلدی کی صفحہ ۳ جلد ۵

سلیمان بن عبد الملک کی خلافت میں بھی کوئی خاص واقعہ اس اذان کے متعلق نہ ملا جو یہان لکھا جائے۔ مگر اسکا بڑا احسان یہ ہے کہ نماز کی پابندی وقت میں اسنے کوشش کی کیونکہ اسکے ماقبل خلفا ے بنی امیہ نے تاخیر نماز کو رواج دیا تھا تاریخ الخلفا صـ ۱۵۳

اس خلیفہ نے اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے میں اوسی سنت کا احیا کیا جسکے موجد حضرت ابو بکر ہوئے کہ وصیت نامہ پر بیعت لی۔ کیونکہ حضرت عمر کی بیعت بھی اسیطرح ہوئی تھی۔ فرق اس قدر ہے کہ وہان حضرت عمر کا نام قبل بیعت لینے کے ظاہر کیا گیا اور عمر بن عبد العزیز کا نام بند وصیت پر بیعت لینے کے بعد ظاہر کیا گیا صفحہ ۱۵۴ تاریخ الخلفا

معلوم ہوتا ہے کہ اس نام ہی کے خواص سے ہے کہ اسکی خلافت اسیطرح قائم ہو عمر بن عبد العزیز کی خلافت بھی اذان کے متعلق واقعات سے علحدہ ہے ان مسجدون کے محراب کی ایجاد البتہ انکی طرف منسوب ہے یہ خلیفہ زہر دیکر مارا گیا تاریخ الخلفا صـ ۱۶۷

یزید بن عبد الملک ۱۰۱ھ میں خلیفہ ہوا پہلے قصد کیا کہ عمر بن عبد العزیز کی روش پر چلیں۔ مگر چالیس شیوخ اہل سنت نے آکر گواہی دی کہ خلفا پر حساب کتاب نہیں ہے۔ لہذا اسنے وہ روش چھوڑ دی اور اپنے آبائی طریقہ ظلم و جور کو اختیار کیا۔ اذان کے متعلق کوئی واقعہ اسکا بھی نہیں ملا جو قابل ذکر ہو۔

ہشام بن عبد الملک کی خلافت سے مروان کے اوس خواب کی تعبیر پوری ہوئی جو دیکھا تھا کہ محراب مین چار مرتبہ پیشاب کیا ہی جسکی سعید بن مسیب نے یہ تعبیر دی تھی کہ تیرے نطفہ سے چار شخص خلیفہ ہونگے تاریخ الخلفا صـ ۱۶۸

اس خلیفہ کا تصرف اذان عثمانی میں سابقاً مرقوم ہوا ''کہ ہشام نے بازار والی اذان کو موقوف کرکے مینار مسجد پر قائم کیا۔ اور اصلی اذان میں یہ اضافہ کیا کہ پہلے تین آدمی ملکر اذان دیتے اب

بہت سے موذنوں کو اسمیں شامل کیا دیکھو صفحہ ۶۴
امام ابوشامہ لکھتے ہیں کہ تراسل موذنین اذان جمعہ میں - اور متفرق طور پر اسکا اذان دینا
بدعت مکروہ ہے - پھر احیاء العلوم سے ناقل ہیں کہ موذنوں کا تراسل اذان میں کہ کلمات
اذان کو خوب صد دیکر ادا کریں - اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت جو
قبلہ سے منحرف ہو جاتے ہیں - اور ہر شخص کا علیحدہ علیحدہ اذان کہنا بلافاصلہ جس سے حاضرین
جواب اذان نہ دے سکیں منکرات مکروہ سے ہے صفحہ ۵ کتاب الباعث -

خلافت ولید بن یزید بن عبدالملک

اس خلیفہ کو تو سب جانتے ہیں کہ نہایت درجہ کا شرابی تھا کہ قصد کیا خانہ کعبہ کی چھت پر چلکر
شراب پئیں - اپنی ماں بہنوں بلکہ اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کرتا - اور اپنے بھائی سلیمان بن یزید کے
ساتھ لواطہ کرنا چاہا جسکے مفصل حالات فسق و فجور سے تمام کتب تواریخ مملو ہیں - دیکھو تاریخ الخلفا
مگر تاریخ الاذان کے متعلق اوسکا یہ واقعہ نہایت ہی قابل غور ہے کہ ایک روز صبح کی اذان
جب سُنی تو اوسنے اپنی لونڈی سے جو نہایت ہی مجامعت کی قسم کہا بیٹھا کہ آج امامت جماعت بھی لونڈی
کریگی جو نشہ میں بھی چور تھی اور جنابت کی نجاست میں جو شب بھر بھری تھی - اوسپر اس
تازہ نجاست سے اور بھی تازگی ہوئی چنانچہ مجبوری اوس لونڈی نے اوسی حالت میں
مردانہ لباس پہنا اور بجائے خلیفہ امام جماعت بنی اور سبکو نماز پڑھوائی - دیکھو تفصیل
اسکی تصحیح تاریخ میں صفحہ ۵ اور تاریخ خمیس وغیرہ -
اسی قسم کا واقعہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان کے مادری
بھائی - ولید بن عقبہ نے نشہ کی حالت میں نماز صبح پڑھائی اور اپنے مقتدی صحابہ و تابعین
سے کہا اگر کہو دو چار رکعت اور بڑھا دیں جو ایک نہایت طولانی قصہ ہے -
یہ خلیفہ کل ۱۳ یا ۱۴ مہینہ خلیفہ رہا جسکے بعد نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا - اور یزید
ناقص تخت نشین ہوا اور چھ مہینہ خلیفہ رہا لہذا اسکا بھی کوئی واقعہ متعلق اذان نہ ملا -
بجز اسکے کہ عیدین میں جلوس کی ایجاد اسی کی ہے جسنے قلعہ سے مصلے تک دو رویہ قطار

لشکر کی آراستہ کھڑی کرائی تاریخ الخلفا صـ۱۷۱

اسکے بعد برائے نام دو خلیفہ ہوئے ابراھیم بن ولید۔ اور مروان حمار جس پر خلافت مروانی کا خاتمہ ہوا اور دور خلافت عباسیہ قائم ہوا۔

چودھوان تغیر

اسکے لئے اگرچہ کوئی زمانہ نہیں بتایا گیا ہے نہ خلفاء مذکورین کی ایجاد سے متعلق ہے بلکہ حضرت انس بن مالک صحابی اسکے موجد ہیں لہذا خاتمہ خلافت کے بعد لکھا گیا مولوی وکیل احمد صاحب حنفی سکندرپوری مفتی حیدرآباد دکن تحریر فرماتے ہیں اپنی کتاب اصباح الحق الصریح میں صفحہ ۷۴

تیسری بدعت اذان واقامت جماعت ثانیہ کے لئے یعنی جب مسجد میں نماز جماعت اذان و اقامت سے ہوگئی ہو پھر دوسری جماعت نے یہ چاہا کہ نماز جماعت سے پڑھی جائے تو اذان و اقامت درست ہے بخاری میں ہے وجاء انس الی مسجد قد صلی فیہ فاذن واقام و صلی جماعۃ

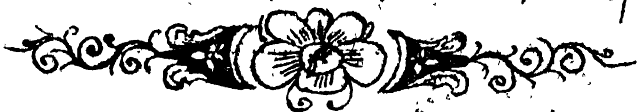
پندرھوان تغیر

قبروں پر اذان دینا۔ یہ تغیر بھی اونہیں کی کتاب سے معلوم ہوا مگر افسوس اسکی ابتدائی تاریخ بھی نہ معلوم ہوسکی نہ زیادہ اسکے تفصیلی حالات لہذا نقل عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو اصباح الحق الصریح صفحہ ۱۸

قبور پر اذان بدعت حقیقیہ نہیں رسالہ مناظرہ جامع مسجد دہلی میں ہے کلام در اذان بعد از دفن میت جاری شد مولوی عبدالحی صاحب فرمودند کہ نزد من بدعت سیئہ است مولوی رشید الدین خانصاحب گفتند کہ اذان بعد از دفن در معنی تلقین میت است و تلقین میت بعد از دفن در حدیث موجود است در چون جناب مجیب ان احکام خمسہ در بدعت قائل شدند پس بدون اثبات جہت قبح در اذان بعد الدفن آنرا چگونہ بدعت سیئہ میفرمایند بجواب گفتند من مقلد مذہب حنفی ام و در مذہب من تلقین بعد الدفن روا نیست مولوی

رشید الدین خان صاحب بجواب آن گفتند کہ اگر من جواز تلقین بعد الدفن در کتب حدیث نمودہ وہم باز شما را حکم منع آن کدام خواہد بود مولوی عبد الحی صاحب فرمودند کہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین نہایت شفقت برامت داشتند چون از ایشان مروی نیست وہم در شریعت تلقین بعد الدفن موجود نیست پس امرے را کہ آنحضرت صلعم و خلفاء باوجود کمال شفقت برامت بعمل نیاوردہ باشند اختراع آن بدعت سیئہ باشد مولوی مخصوص اللہ صاحب بجواب فرمودند کہ ازین تقریر لازم می آید کہ امام شافعی کہ قائل آن است خلاف شرع گفتہ باشد مولوی عبد الحی صاحب بجوابش فرمودند کہ در مذہب حنفی نیست مولوی رشید الدین خان صاحب بجواب گفتند کہ چون تلقین بعد الدفن را بے اصل گفتہ بودی وجون مذہب شافعی خلاف شرع نیست لہذا مولوی مخصوص اللہ صاحب بجواز آن در مذہب نقص بر شما وارد کردہ اند و بنا بر عرض میکنند کہ چون اصل اذان بعد الدفن تلقین میت بعد از دفن است و ہرگاہ تلقین بعد از دفن در حدیث شریف موجود باشد پس اذان بعد الدفن را کہ اصل آن در شرع موجود ست بدعت سیئہ گفتن روا نباشد مولوی عبد الحی صاحب فرمودند نزد من بدعت سیئہ است لیکن کسے منع از ان نمیکنم انتہے مختصراً

ان تغیرات و احکام سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علماء اہل سنتہ کے اختیارات خلفاء سابق سے کچھ کم نہ تھے جس شخص نے جو چاہا اپنے دل سے شریعت محمدیہ میں اضافہ کیا۔ خداوند عالم تو فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم مگر یہ حضرات کسیطرح تکمیل دین کے قائل نہیں اپنے ایجادات و اختراعات سے برابر اضافہ پہ اضافہ کرتے جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اذان بھی ایک مسئلہ ہے مسائل عبادات سے اسمیں اپنی عقل و رائے کو داخل دینا کیسا یہ کچھ خلافت کا کام نہیں فتوحات نہیں کہ جسطرح چاہا سید ہے اُلٹے ہاتھوں سے لڑے یا رعایا کو برباد و تباہ کیا یہ عبادت خدا کے مسائل سے ہے اسمیں اوسکی تعمیل حکم چاہئے یا اوسکے رسول کے حکم کی تعمیل نہ اپنے نفس امارہ کی پیروی۔



عبدالعزیز بن ابی رواد سے عن نافع عن ابن عمر سمعت رسول اللہ یقول ان بعض اوصیاء عیسیٰ بن مریم حی بالعراق فان انت رایته فاقرءه منی السلام۔ ھذا من عیوب کامل بن عدی یاتی فی ترجمة الرجل بخبر باطل لایکون حدث به قط وانما وضع من بعدہ فھذا خبر باطل واسناد مظلم وابن المغیرة لیس بثقة صفحہ ۱۲۳ -

اس عبارت مین اگرچہ ابن عدی پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ ایسی روایتیں لوگونکے ترجمہ میں لکھدیتا ہے جسکی روایت اونسے نہیں لیگئی - جسکا یہ مطلب ہے کہ عبدالعزیز نے یہ روایت ہی نہیں کی تاہم اسکو بوضاحت تمام بیان کیا کہ یہ روایت موضوع اور باطل ہے اور اسناد اوسکی تاریک ہے عبدالعزیز کے بعد یہ روایت بنائی گئی اور اسنے روایت کی نسبت ابن حبان سے ناقل ہین

قال ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر نسخة موضوعة -

غرض امام ذہبی عبدالعزیز کو اس روایت کے وضع سے بچاتے ہین اور ابن المغیرہ کو یا اسکے قبل عبدالرحمن کو واضع اسکا قرار دیتے ہین -

پھر عثمان بن عبدالرحمن طرائفی موصوف کے حال مین اسی روایت کو لکھکر فرماتے ہین فھذا لم یصح وسندہ مظلم یعنی یہ روایت کسیطرح صحیح نہین اور سند اوسکی تاریک ہے صفحہ ۱۶۷

بہت افسوس ہے کہ اس روایت کو خود علمائے اہل سنت نے موضوع اور باطل بنا دیا جس سے شاہ ولی اللہ صاحب کو سخت صدمہ ہوگا - ورنہ شیعون کے حق مین بھی یہ روایت بہت مفید تھی کیونکہ اس روایت سے وہ وجود ذیجود حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر کچھ استدلال کر سکتے تھے کیونکہ جب وصی حضرت عیسیٰ کا باقی رہنا ممکن ہوا تو وصی رسول اللہ کے بقا پر کیونکر تعجب ہوسکتا ہے مگر افسوس روایت ہی موضوع ٹھہری -

ام ورقہ

یہ واقعہ بھی اصل مین خلافت خلیفۂ دوم کیلیے متعلق ہے سنن ابوداؤد مین ہے کہ ام ورقہ بنت نوفل نے حضرت سے عرض کیا جسوقت غزوہ بدر مین آپ تشریف لیگئے کہ مجھے بھی اجازت دیجئے کہ شریک غزوہ ہون آپکے ساتھ مریضون کی پرستاری کرونگی شاید خدا مجھے بھی

شہادت سے فائز کرے حضرت نے جواب دیا تو اپنے گھر میں بیٹھی رہ خدا تجھے شہادت روزی کریگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے وہ عورت بلفظ شہیدہ یاد کی جاتی ہے۔ یہ قرآن پڑھی تھی۔ اسنے حضرت سے اجازت لی کہ اپنے گھر موذن مقرر کرے حضرت نے اجازت دی۔ اور اسکے یہان اذان ہونے لگی۔ اسکی ایک لونڈی تھی اور ایک غلام کہ دونون نے ملکر ایک لحاف کے نیچے دبا کر اس عورت کو قتل کیا اور بھاگ گئے جب عمر نے سنا تو حکم گرفتاری جاری کیا چنانچہ وہ دونون پکڑ آئے اور دونکو سولی دیگئی یہ پہلی سولی تھی جو مدینہ میں واقع ہوئی اور دوسری حدیث میں اسلام کی یہ پہلی سولی ہے۔

دوسری روایت اسکی یون ہے کہ خود حضرت اسکی ملاقات کو اسکے گھر تشریف لایا کرتے تھے اور اس عورت کو اجازت دی تھی کہ اپنے گھر والونکی امامت کرے اور ایک موذن اسکے لئے مقرر کیا جسکے بارہ میں عبدالرحمن راوی ہیں کہ مینے اس موذن کو بڑھاپے میں دیکھا تھا۔ اس حدیث سے اسیر سند لاتے ہین کہ عورتونکو بھی بجماعت نماز پڑھنی چاہئے مگر علامہ منذری نے اسمین یہ قدح کی ہے کہ اسکی سند میں ولید بن جمیع ہے جسکے بارہ میں لوگونکو کلام ہے اور مستدرک امام حاکم میں ہے کہ اس باب میں سوا اسکے اور کوئی حدیث مستند نہین ہے اس بارے میں حضرت عائشہ کا بھی نام لیا گیا ہے کہ وہ بھی اذان واقامت کہکر امامت عورتونکی کرتی تھیں اور اونکے بیچ مین کھڑی ہوتی تھیں۔ حالانکہ ابن عدی نے کامل میں ابو الشیخ نے کتاب الاذان میں روایت کی ہے اسماء بنت ابوبکر سے کہ حضرت نے فرمایا عورتون پر نہ اذان ہے نہ اقامت نہ جمعہ نہ غسل جمعہ نہ امکے آگے کھڑی ہو بلکہ اونکے بیچ میں کھڑی ہو یہ مسئلہ امامت النسوان بھی مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی تو قائل ہین عورتون کا نماز پڑھنا بجماعت مستحب ہے۔ اوزاعی۔ ثوری۔ احمد اسکے قائل ہین۔ امام نخعی وشعبی قائل ہین کہ یہ امامت نوافل میں چاہئے نہ فرض نمازون میں۔ امام ابوحنیفہ قائل ہین کہ صرف عورتون کی جماعت مکروہ ہے۔ امام محمد بن جریر طبری قائل ہین کہ عورتین مطلقاً امامت کرسکتی ہین خواہ مردون کی جماعت ہو یا عورتون کی۔ ابو ثور۔ مزنی بھی اسی کے قائل ہین۔ امام مالک حسن بصری قائل ہین کہ عورتین کسیکی امام نہین ہوسکتین نہ فرض میں نہ نفل میں۔

ان اختلافات کی تنقیح و ترجیح مین مولوی عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء بہت شرح و بسط سے لکھا ہے جسکے بعد کسی تحریر کی ضرورت نہین کیونکہ اُس رسالہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ ہر شخص نے کس کس طرح کی ایجادون سے ان احکام شرعیہ مین کام لیا ہے۔

حنفی مذہب کے روسے جن جن دلیلون سے غیر مشروعیت جماعت نسوان پر استدلال کیا گیا ہے اون مین اذان بھی ہے۔ کہا صاحب درایہ نے کہ اگر انکی جماعت مشروع ہوتی تو اذان بھی اونکے لئے مشروع ہوتی کیونکہ وہ ندا ہے اسی جماعت کے لئے۔

اسکے جواب مین مولوی عبدالحی صاحب لکھتے ہین (۱) خود حضرت عائشہ کے بارے مین ہے کہ وہ اذان کہتی تھین اور اقامت فرماتین اوسکے بعد امام بنکر عورتونکو نماز پڑھاتین اور بیچ مین کھڑی ہوتین مستدرک۔

(۲) اگر مشروعیت اذان سے یہ مراد ہے کہ مردون کا اذان دینا عورتون کے لئے تو حدیث ام ورقہ مین مذکور ہوا کہ بحکم رسولؐ اونکے لئے ایک موذن معین تھا جو اذان دیتا اور ام ورقہ امامت کرتین۔ اور اگر خود انکی اذان کی مشروعیت مطلوب ہے تو یہ لازم نہین کیونکہ اگر طفل ممیز بھی جماعت رجال کے لئے اذان دے تو کافی ہو جاتا ہے۔ تو انکے عدم مشروعیت اذان سے عدم مشروعیت جماعت لازم نہین آتا۔

(۳) بہت سی نمازین مشروع ہین اور اون مین اذان نہین ہے مثل نماز عیدین وصلوٰۃ کسوف و استسقاء وغیرہ کے حالانکہ اون مین جماعت مشروع ہے۔

(۴) عدم مشروعیت اذان اونکے لئے بخوف فتنہ ہے کیونکہ اسکی تصریح کی گئی ہے کہ نغمۂ عورت یا آواز کا بلند کرنا بھی حکم عورت مین داخل ہے تو اوسکی غیر مشروعیت سے عدم مشروعیت جماعت نہین لازم آتا۔

(۵) اذان کی مشروعیت صلوٰۃ یومیہ مین ہے تو اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اذان اونکے لئے مشروع نہین ہے تو اس یومیہ نماز کے جماعت کی نفی نکلے گی نہ کل نمازون کی۔

(۶) عدم مشروعیت اذان نسوان بھی اتفاقی نہین۔ امام شافعی کا یہ قول ہے

(۱) عورتوں پر نہ اذان ہے نہ اقامت

(۲) دونوں مستحب ہیں ۔

(۳) اقامت مستحب ہے نہ اذان۔ دیکھو تحفۃ النبلا صفحہ ۹۲

اس بحث میں اگر پورے غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے سب اختلافوں کا منشا وہی فعل حضرت عائشہ ہے جنہوں نے شاید بلحاظ مسائل کے زنانہ مجمع میں اسکا قصد کیا ہوگا اگر لوازم خلافت سے امامت صلوٰۃ بھی ہے ۔ تو اس میں ایک شبہ ہیں جو کوئی نقص لازم آوے ۔ اسی لئے لیئے وہ حدیث ام ورقہ بھی نکالی گئی جسکی تضعیف بھی مذکور ہوئی ۔ اور چونکہ مدار مذہب اہل سنۃ افعال صحابہ پر ہے ۔ اسلئے اسقدر اختلافات پیدا ہوئے ورنہ ان اختلافات کی کوئی ضرورت نہ تھی حکم خدا و رسول واضح ہے ۔

ہمارے اس افسوس کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی کہ صرف اسی ”مسئلہ اذان“ کے متعلق آجتک کتنے اختلافات اور کتنی بدعتیں پیدا ہوئیں صرف خلفاہی نے اپنی ایجاد پر اکتفا نہ کی بلکہ ہر ہر صحابی اور تابعی نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق اضافہ کیا۔

یہاں تک فی الحال فتح پور کے جدت پسند مسلمانوں نے ایک اور اضافہ کیا کہ خلفائے ثلثہ کا نام بھی داخل اذان کر دیا جسکی نسبت مقدمہ بازیاں بھی ہو رہی ہیں اور شاید فیصلہ اونکے خلاف ہو ۔

اصل یہ ہے کہ چونکہ شریعت محمدیہ کو یہ لوگ اپنی رائے کے تابع سمجھتے ہیں لہذا جو کچھ نہ کر گذریں وہ کم ہے ورنہ اگر واقعی یہ لوگ حضرت رسول اللہ کی نبوت پر ایمان لائے ہوتے اور ختم رسالت کے قائل ہوتے تو یہ خرابی کیوں ہوتی ۔ دیکھئے ایک طرف ”قادیان“ میں نبوت کا ڈنکہ بجتا ہے دوسری طرف احمد آباد میں فضل حق صاحب خلیفۃ المسیح مثل غلام احمد مسیح ہونیکی تائید میں حضرت حصر مصر ہوئے ہیں دیکھو پیسہ اخبار مورخہ ۸ فروری

اسکی بحث چونکہ شرح و بسط سے تاریخ انبیا کو اذب میں لکھی جائیگی لہذا یہاں اسی اشارہ پر اکتفا کیا کہ یہ سب خرابیاں محض اس وجہ سے پیدا ہوئیں کہ ان مسلمانوں کا عقیدہ ختم رسالت پر آنحضرت کے درست نہیں ہے محض عوام کے فریب دہی کے لئے اسلام کا نام

لیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر واقعی آپ کا یہ اعتقاد ہوتا تو شریعت محمدیہ مین یہ سب خرابیان کیون ہوتین اور آئے دن ادعائے نبوت کیون کیا جاتا۔

موضوعات اذان

اب ہم تاریخ الاذان کے اس پہلے حصہ کو اون موضوعات پر ختم کرتے ہین جنکی تصنیف و وضع سے انکے اسلاف نے دربار احمدی مین سرخروئی حاصل کی اور شریعت محمدی کو بخلاف فرمان ایزدی الیوم اکملت لکم دینکم کامل کیا۔ ان موضوعات و اکاذیب سے اسکا بھی پتہ چلے گا کہ اپنی خواہشون کی تکمیل کن کن صورتون سے کی ہے کیونکہ یہ اذان محض ایک اعلانی چیز ہے نہ مسائل عظیمہ سے جسپر دین اسلام کا دار و مدار ہو۔ جب اسکی یہ گت بنائی گئی تو اور احکام کی کیا حالت ہوئی ہوگی جنکو صرف آخرت ہی سے نہین تعلق ہے بلکہ دینی و دنیوی اغراض و فوائد اونسے وابستہ ہین۔

ایک حدیث یہ بنائی گئی کہ مؤذن جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہے تو سننے والون کو چاہیے کہ دونون ہاتھ کی انگشت شہادت کو بوسہ دے اور آنکھون پر پھیرے اور یہ کہتا جائے اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد علیہ السلام نبیا دیلمی نے اسکی روایت کی ہے حضرت ابوبکر سے کہ حضرت نے فرمایا جو شخص ایسا کریگا اوسکا مین شفاعت خواہ ہونگا۔

کہا سخاوی نے یہ حدیث صحیح نہین ہے اور شیخ احمد رداد نے موجبات الرحمۃ مین اس روایت کو حضرت خضر سے نقل کی ہے جسمین چند مجہول ہین اور پھر درمیان حضرت خضر کے اور راوی کے سلسلہ منقطع ہے اور جو روایت اس قسم کی ہے وہ صحیح نہین ہے۔

مگر ملا علی قاری کہتے ہین کہ جب حضرت ابوبکر تک اس روایت کا سلسلہ پہونچا تو

اوسکو کرنا چاہیے کیونکہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین بھی تو حدیث ہے اور بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ایسا نہ کرنا چاہیے صفحہ ۔ علامہ شوکانی فرماتے ہین کہ کہا ابن طاہر نے یہ حدیث صحیح نہین ہے۔

دوسری حدیث اسطرح پر ہے کہ جب اشھد ان محمد ا رسول اللہ سنے تو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ پھر دونون انگوٹھون کو چومے اور دونو آنکھون پر پھیرے اسکا ایسا شخص نہ اندھا ہوگا نہ آنکھین اوسکی جوش کرین گی تذکرہ مین ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح نہین ہے۔ فوائد مجموعہ صد ۹

تیسری حدیث یہ ہے کہ اذان واقامۃ مین اسقدر فاصلہ ہونا چاہیے کہ آدمی کھانا کھا سکے۔ کہا قزوینی نے کہ یہ حدیث بھی موضوع ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے کہ جب موذن اذان شروع کرتا ہے تو خدا اپنا ہاتھ اسپنے سر پر رکھتا ہے عمر بن صبح اسکا راوی ہے جو وضاع تھا۔

انکے علاوہ بہت سی حدیثین اذان کہنے والون کی فضیلت مین بنائی گئی ہین جو مختلف اور طولانی روایتین ہین بخوف طوالت اوسکا نہ ذکر کرنا بہتر ہے لا لی مصنوعہ علامہ سیوطی اور فوائد مجموعہ علامہ شوکانی ملاحظہ ہو۔

ان موضوعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بلا ضرورت افترا صرف اپنی دلی خواہش کے لیے کیا گیا جس سے اونکو کوئی مفاد بھی نہین ہے۔ مگر جہان کوئی بات انکے دل مین آئی اور کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اوسکے لئے ایک حدیث گڑھ دی۔ تو پھر ضرورت کے وقت کیا کچھ نہ افترا کیا ہوگا جس سے رسول اللہ کی روح مقدس قبر مطہر مین خوش ہوتی ہوگی اور اپنی اس امت کے لئے کیا کچھ نہ دعا دیتی ہوگی۔

اب مین اس حصہ تاریخ الاذان کو ختم کرتا ہون اور دوسرے حصہ مین اون کل واقعات کو لکھون گا جو اس اذان کی بدولت پیدا ہوئے۔ اور آخری نتیجہ اوسکا یہ ہوا کہ خلافت اور سلطنت ہم مسلمانونکے ہاتھ سے ہمیشہ کیلئے

مکمل گئی۔ کیونکہ خلافت مصر اور خلافت بغداد کا انقراض اوسی اختلافات سے ہوا جو اذان کے بارے میں پیدا ہوا۔

وَهٰذَا اٰخِرُ الْكَلَامِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلْاِتْمَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

عَلٰى رَسُوْلِهٖ

وَاٰلِهٖ

الْكِرَامِ

کاتب الحروف شیخ علی حسن اثنا عشری [illegible]